ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

03

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

مسلسل اشاعت کا
31 واں سال

تنظیم اسلامی کا ترجمان

24 تا 30 جمادی الاُخریٰ 1444ھ/17 تا 23 جنوری 2023ء

پناہ کا واحد راستہ

میری رائے میں پاکستان کی بقا صرف اسلامی انقلاب میں ہے۔ البتہ جب تک کوئی انقلاب نہیں آتا، جمہوریت ہونی چاہیے، ورنہ چھوٹے صوبوں کے اندر احساس محرومی بڑھے گا۔ اگر انہیں بات کرنے کا موقع ہو، جمہوری حقوق حاصل ہوں، مطالبوں کے لیے جلسے کریں، جلوس نکالیں تو غبار اندر سے نکل جاتا ہے، بھڑاس نکل جاتی ہے، ورنہ لاوا اندر ہی اندر پک کر پھٹ پڑتا ہے۔ البتہ ہمارے لیے پناہ کا واحد راستہ یہی ہے کہ ہم اسلام کی طرف پیش قدمی کریں۔ کسی بلند تر مقصد کے لیے انسان چھوٹے مفادات کی قربانی دے دیتا ہے۔ جب کوئی مقصد سامنے نہ ہو تو پھر مفادات اور مصلحتیں ہی رہ جائیں گی اور ان میں ٹکراؤ تو ہونا ہی ہے۔ ہماری محرومی ہے کہ ہم اسلام کی طرف سوچنے کو تیار ہی نہیں۔ خدارا سوچئے! وہ مقصد کہاں ہے جس کے لیے پاکستان بنایا تھا؟ نوجوان نسل سوال کرتی ہے کہ پاکستان کیوں بنایا تھا؟ جو ماحول بھارت میں ہے، وہی یہاں ہے۔ بینکنگ کا وہی نظام وہاں بھی ہے جو یہاں ہے۔ وہی ملٹی نیشنل تنظیمیں وہاں بھی ہیں، یہاں بھی ہیں۔ مسجدیں وہاں بھی ہیں، یہاں بھی ہیں۔ پھر آخر کیوں اتنی جانیں دے کر اور عصمتیں لٹا کر پاکستان بنوایا۔ میرے نزدیک ہمارے مسائل کا حل صرف توبہ میں ہے۔ انفرادی توبہ یہ ہے کہ اپنے کردار سے خلاف شریعت کاموں کو نکال دیا جائے۔ دوسری ہے اجتماعی توبہ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم ایسا کرلیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آجائے گی اور قوم یونسؑ کی طرح اللہ تعالیٰ ہماری توبہ قبول فرمالے گا۔ قوم یونسؑ پر عذاب کے آثار شروع ہو گئے تھے لیکن انہوں نے توبہ کی اور اللہ نے ان پر سے عذاب ٹال دیا۔

بصائر
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

هوسِ زر و جاہ
مسائل سے نجات کا راستہ
یہود و نصاریٰ کی سازشیں
معیشت کی بدحالی کا ذمہ دار کون؟
ماہ رجب اور واقعہ معراج
مغرب کی تنہا مائیں

قومِ لوط کی سرکشی

الھدیٰ
ڈاکٹر اسرار احمدؒ
1019

سورۃ الشعراء | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات:160تا

كَذَّبَتۡ قَوۡمُ لُوۡطِ ۣالۡمُرۡسَلِيۡنَ ۚ‌ۖ ﴿۱۶۰﴾ اِذۡ قَالَ لَهُمۡ اَخُوۡهُمۡ لُوۡطٌ اَلَا تَتَّقُوۡنَ‌ ۚ ﴿۱۶۱﴾ اِنِّىۡ
لَـكُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِيۡنٌ ۙ ﴿۱۶۲﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوۡنِ‌ ۚ ﴿۱۶۳﴾ وَمَاۤ اَسۡـئَلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ‌ ۚ
اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ؕ ﴿۱۶۴﴾ اَتَاۡتُوۡنَ الذُّكۡرَانَ مِنَ الۡعٰلَمِيۡنَ ۙ ﴿۱۶۵﴾

آیت:۱۶۰ ﴿كَذَّبَتۡ قَوۡمُ لُوۡطِ ۣالۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۱۶۰﴾﴾ ’’(اسی طرح) جھٹلایا لوطؑ کی قوم نے بھی مرسلینؑ کو۔‘‘

آیت:۱۶۱ ﴿اِذۡ قَالَ لَهُمۡ اَخُوۡهُمۡ لُوۡطٌ اَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۶۱﴾﴾ ’’جب کہا اُن سے ان کے بھائی لوطؑ نے کہ کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟‘‘

آیت:۱۶۲ ﴿اِنِّىۡ لَـكُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِيۡنٌ ﴿۱۶۲﴾﴾ ’’میں یقیناً تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں۔‘‘

آیت:۱۶۳ ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوۡنِ ﴿۱۶۳﴾﴾ ’’پس تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔‘‘

آیت:۱۶۴ ﴿وَمَاۤ اَسۡـئَلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ‌ ۚ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۶۴﴾﴾ ’’اور میں تم سے اس پر کسی اُجرت کا طالب نہیں ہوں‘ نہیں ہے میری اُجرت مگر تمام جہانوں کے ربّ کے ذِمّے۔‘‘

آیت:۱۶۵ ﴿اَتَاۡتُوۡنَ الذُّكۡرَانَ مِنَ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۶۵﴾﴾ ’’کیا تمام جہانوں میں تم ہی (شہوت کے لیے) مَردوں کے پاس جاتے ہو؟‘‘

دنیا جہان میں ایک تم ہی ایسے لوگ ہو جو شہوت رانی کی غرض سے مَردوں کے پاس جاتے ہو۔ ورنہ انسانوں میں کوئی دوسری قوم یہ حرکت نہیں کرتی‘ بلکہ یہ کام تو جانور بھی نہیں کرتے۔

درس حدیث

لباس میں تواضع پر انعام واکرام

عَنۡ مُعاذِ بۡنِ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: ((مَنۡ تَرَكَ اللِّبَاسَ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ وَهُوَ يَقۡدِرُ عَلَيۡهِ دَعَاهُ اللّٰهُ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ عَلٰى رُءُوۡسِ الۡخَلَائِقِ حَتّٰى يُخَيِّرَهُ مِنۡ اَيِّ حُلَلِ الۡاِيۡمَانِ يَلۡبَسُهَا)) (رواہ الترمذی)

معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ’’جو بندہ بڑھیا لباس کی استطاعت کے باوجود ازراہِ تواضع وانکساری اس کو استعمال نہ کرے (اور سادہ معمولی لباس ہی پہنے) تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ساری مخلوقات کے سامنے بلا کر اختیار دے گا کہ وہ ایمان کے جوڑوں میں سے جو جوڑا بھی پسند کرے، اس کو زیب تن کرے۔‘‘

تشریح: اچھا لباس میسر ہو تو پہننے کی ممانعت نہیں لیکن جو شخص تواضع اور انکساری کے جذبے کے تحت استطاعت کے باوجود معمولی لباس پہنے تاکہ دوسروں پر اس کی بڑائی نہ ظاہر ہو اور نہ کسی مفلس ونادار کا دل آزردہ ہو تو اُسے قیامت کے دن بہترین لباس سے نوازا جائے گا۔

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

24 تا 30 جمادی الاُخریٰ 1444ھ جلد 32
17 تا 23 جنوری 2023ء شمارہ 03

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دار الاسلام" ملتان روڈ چونگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 800 روپے
بیرونِ پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (14300 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (10800 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہوسِ زر و جاہ

اللہ رب العزت نے انسانوں کی اصلاح اور اُنہیں صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے کے لئے وقفہ وقفہ سے انبیاء اور رسول بھیجے جو انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ضابطے اور قوانین یعنی شریعت بھی لاتے رہے، جن سے اُس دور کے لوگ جاہلانہ عقائد اور دنیوی دولت و اقتدار کی خاطر اور اپنی برتری کو قائم رکھنے کی خواہش میں الجھتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی اور رسول حضرت محمد ﷺ کو اپنی آخری کتاب قرآن مجید دے کر اپنی ہدایت کو آخری اور حتمی انداز میں انسان تک پہنچا دیا۔ اس کتاب کا خلاصہ اور نچوڑ یہ ہے کہ اے انسان! اللہ واحد ہی تمہارا خالق، مالک اور رازق ہے اور اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضور ﷺ کو حکم دیا کہ ان کے درمیان عدل قائم کریں اور انہیں بتا دیں کہ ان سب کو ایک روز اُسی کی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور یہ وہ دن ہوگا جب کہ چھوٹا بڑا سب حساب چکا دیا جائے گا۔ پھر یہ کہ انسانی کمزوریوں کی خاص طور پر نشان دہی کر دی گئی۔ سورۃ الانفال کی آیت 28 میں اللہ تبارک تعالیٰ فرماتا ہے "اور جان رکھو کہ تمہارا مال اور اولاد بڑی آزمائش ہے اور یہ کہ اللہ کے پاس (نیکیوں کا) بڑا اجر ہے۔" اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی بنیادی کمزوری کی نشاندہی کر دی۔

ہم اپنی بات کو مسلمانوں تک محدود کرتے ہوئے امت مسلمہ کا عمومی اور مسلمانان پاکستان کا خصوصی جائزہ لیتے ہیں۔ لیکن یہ جائزہ لیتے ہوئے ہمیں حضور ﷺ کی اس حدیث مبارکہ کو ذہن میں رکھنا ہوگا جو سیدنا کعب ؓ بن عیاض سے مروی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "بے شک ہر امت کے لئے ایک فتنہ ہوتا ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔" ندائے خلافت کے قارئین یہ تو جانتے ہی ہیں کہ عربی میں "فتنہ" آزمائش کو کہتے ہیں۔ گویا فرمان مبارک یہ ہے کہ میری امت کے لئے مال و دولت بہت بڑی آزمائش ہے۔ آزمائش میں انسان پورا بھی اتر سکتا ہے اور ہلاک بھی ہو سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج امت اس آزمائش میں بُری طرح ناکام ہوتی نظر آتی ہے۔ عرب جو اسلام کی جائے پیدائش ہے، وہاں کی سرزمین نے جب سیال سونا اگلا اور دولت کی ریل پیل ہوئی تو وہ نظری طور پر اور عقیدہ کی سطح پر نہ سہی عملی طور پر اسلام سے دور بلکہ بہت دور ہو گئے۔ زندگی میں رنگینی آ گئی۔ وہ عیش و عشرت میں پڑ گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ قدرتی وسائل رکھنے کے باوجود وہ ظاہری طور پر آزاد اور حقیقت میں غلام ہیں۔ وہ اپنے فیصلے خود نہیں کر سکتے۔ امریکہ اور عالمی طاقتوں کے محتاج ہیں اور چھوٹا سا اسرائیل جس کی آبادی ایک کروڑ سے بھی کم یہودیوں پر مشتمل ہے، عربوں پر بُری طرح حاوی ہیں۔ آج سے پچاس سال پہلے اسرائیل کو نیست و نابود کرنے کے دعویدار عرب آج اپنی بقا اور سلامتی کے لئے اسرائیل اور یہودیوں کی منت سماجت کرتے نظر آتے ہیں بلکہ اُن کے احکامات کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے فلسطینی بھائیوں کے خون سے اپنا ہاتھ رنگ رہے ہیں اور اُنہیں

معاشی طور پر تباہ کرنے کے لئے اُن کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں۔

وطن عزیز پاکستان کا حال کسی طرح عربوں سے بہتر نہیں۔ عرب اپنے وسائل کو عیش وعشرت میں جھونک رہے ہیں اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم مے بھی قرض کی پیتے ہیں۔ ہم دنیا بھر میں کشکول لئے پھرتے ہیں اور بھکاری کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ دنیا ہمیں یہ قرض سود پر دیتی ہے۔ ہمارے حکمران ان قرضوں کو اپنے ٹھاٹھ باٹھ میں اُڑا رہے ہیں یا بڑی بڑی عمارتیں اور پل تعمیر کر کے غیر ترقیاتی کاموں میں صرف کر رہے ہیں۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ پاکستان میں پیدا ہونے والا ہر بچہ تین لاکھ روپے کے لگ بھگ مقروض ہوتا ہے اور یہ سودی قرض اُسے بالآخر ادا کرنا ہے۔ وگرنہ ہمارے قرض خواہ اتنے بھولے، سیدھے اور مجبور نہیں ہیں۔ وہ قرض نہ لوٹانے والوں کا جینا حرام کر دیں گے۔ اُن کے سامنے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ بات قرض خور نہ کرنا چاہیں گے اور نہ کر سکیں گے۔ اُنہیں جرأت رندانہ سے یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ سود کے لین دین کی ہماری شریعت اجازت نہیں دیتی، یہ کسی صورت ادا نہیں کیا جائے گا۔ رہ گئی بات اصل زر کی تو وہ جب اور جیسے ممکن ہوا ادا کر دیا جائے گا۔

اب آیئے، اس طرف کہ جس شے کو اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ﷺ نے فتنہ (یعنی آزمائش) قرار دیا ہے پاکستانی معاشرہ نے اس حوالہ سے کس سطح کی کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم آخری درجہ تک اس میں ناکام ہوئے ہیں۔ ہماری یہ ناکامی ناقابل بیان اور ناقابل تحریر ہے۔ گزشتہ پون صدی کی تاریخ میں اپنی ناکامیوں کا سرسری جائزہ لینے کے لئے ایک ضخیم کتاب درکار ہوگی۔ دیگ سے چاول کا دانہ چیک کرنے کے لئے صرف حالات حاضرہ پر نگاہ ڈالیں۔

ملکی معیشت تاریخ کی بدترین سطح پر ہے۔ سابق اور موجودہ حکمران سب نے معیشت کی تباہ حالی میں حصہ مطابق جُثہ ڈالا۔ ایک طرف سابقہ حکومت نے آئی ایم ایف کے ساتھ سخت ترین شرائط پر قرض کا معاہدہ کیا۔ سٹیٹ بنک کو ریاست سے بالاتر ریاستی ادارے کا درجہ دیا۔ ایسا معلوم ہوا کہ ملکی معیشت کو اناڑیوں نے گویا تختۂ مشق بنا رکھا ہے۔ پھر یکایک ہر طرف نجات دہندہ، نجات دہندہ کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ ایک دوسرے کے خون کی پیاسی سیاسی جماعتیں خاکی لڑی میں پرو دی گئیں اور ایک نئی سب رنگی حکومت وجود میں آ گئی۔ جس کا دعویٰ تھا کہ وہ ملکی معیشت کو سنبھالنے کا عزم لے کر آئی ہے۔ نئی حکومت کے آتے ہی نیب کے اربوں، کھربوں کے کرپشن کیسز معاف کیے جانے لگے۔ پیٹرول، ڈیزل، بجلی، گیس کی قیمتیں آسمان کو چھونے لگیں۔ آٹا، گھی، چینی عوام کی پہنچ سے باہر ہو گئے۔ آج حال یہ ہے کہ ڈالر کے مقابلے میں روپے کی قدر خطرناک حد تک گر چکی ہے۔ ملکی زرِ مبادلہ کے ذخائر گر رہے ہیں اور بین الاقوامی خیرات کے باعث وقتی طور پر بڑھ بھی جاتے ہیں تو چند ہی ہفتوں میں پھر ڈوبنے لگتے ہیں۔ قومی خزانے اور ملکی بجٹ کا ایک عظیم حصہ سودی قرضوں کی واپسی پر صرف کر دیا جاتا ہے۔ صنعتیں بند ہو رہی ہیں برآمدات کی گنجائش ہی نہیں رہی اور ضروری درآمدات کے لیے رقم نہیں۔ آئی ایم ایف مزید ٹیکس اکٹھا کرنے اور بجلی، گیس، تیل کی قیمتیں مزید بڑھانے کے لیے دباؤ ڈال رہا ہے۔ دو وقت کی روٹی والا محاورہ بھی ملکی معیشت کی طرح اب کساد بازاری کا ایسا شکار ہو چکا ہے کہ 'ایک وقت کی روٹی' کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ لیکن حکومت پاکستان کا حال یہ ہے کہ وہ 165 لگژری گاڑیاں وزرا کی فوج ظفر موج کے لیے منگوا رہی ہے پھر یہ کہ وزیر اعظم کی زیر قیادت 46 افراد پر مشتمل ایک بڑا قافلہ جنیوا میں کشکول لیے گھومتا رہا۔ اس قافلہ کے طمطراق نے مملکتِ خداداد کی خودداری کو نمود و نمائش کی بھینٹ چڑھا دیا۔ حقیقت میں دنیوی مال و متاع ہمارے پاس ایک امانت ہے جونہی ہمارے سانس ختم ہوں گے اس سے تعلق بھی ختم ہو جائے گا۔ 28 اپریل 2022ء کو وفاقی شرعی عدالت اپنے فیصلہ میں ہر قسم کے مروجہ سود (بشمول بنک انٹرسٹ) کو ربا اور حرام قرار دے چکی ہے۔ اس فیصلہ کو آئے قریباً آٹھ ماہ کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن حکومتی سطح پر اس پر عمل درآمد میں کوئی قابل ذکر پیش رفت نہیں ہوئی۔ بلکہ سٹیٹ بنک آف پاکستان اور نیشنل بنک سمیت دو درجن کے قریب اداروں اور افراد کی جانب سے اپیلیں سپریم کورٹ کی شریعت ایپلٹ بنچ میں دائر کر دی گئیں کہ اس فیصلہ کو کالعدم قرار دیا جائے۔ گویا ہم اللہ اور رسول ﷺ سے جاری جنگ ختم کرنے کے لیے تیار ہی نہیں۔ شنید ہے کہ سٹیٹ بنک کی جانب سے اب اپیل واپس لینے کی درخواست کی گئی ہے البتہ یقین تو تب آئے گا جب حکومت وقت جس میں ایک بڑی مذہبی سیاسی جماعت اہم رکن کی حیثیت رکھتی ہے سودی نظام کے خاتمے کے لیے عملی اقدامات کرے گی۔

بہر حال ہم مسلمانانِ پاکستان مادی خواہشات کی تکمیل میں دیوانے ہو چکے ہیں اور مجنوں کی طرح اپنی اس لیلیٰ کی تلاش میں ملک وقوم ہی نہیں دین و مذہب کو بھی داؤ پر لگا چکے ہیں۔ کیا ہم اس بات سے بے خبر ہیں کہ کفن کی جیب نہیں ہوتی۔ سکندر اعظم جیسا آدمی دنیا کا فاتح بھی یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اُس کے ہاتھ کفن سے باہر رکھیں جائیں تاکہ دنیا کو معلوم ہو کہ اتنی فتوحات کے بعد بھی میں دنیا سے خالی ہاتھ جا رہا ہوں۔ بھائی بند بھی قبر پر مٹی ڈال کر واپس آ جاتے ہیں۔ ساتھ صرف اعمال جائیں گے اور اُنہی پر دارومدار ہے ہمیشہ ہمیشہ کی جنت یا ہمیشہ ہمیشہ کی آگ کا۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔ ہماری دعا ہے کہ اس آزمائش میں وہ ہم سب کو سرخرو کرے۔ آمین یا ربّ العالمین!

مسائل سے نجات کا راستہ: سچی توبہ

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ﷾ کے 06 جنوری 2023ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

آج جمعہ کی نشست کے لیے جو عنوان معین کیا گیا ہے، وہ ہے: مسائل کے حل کا راستہ: سچی توبہ۔ اس حوالے سے کچھ بنیادی باتیں ہیں جو ہماری یاددہانی کے لیے ہیں۔ اس کے علاوہ مسائل ومشکلات کی وجوہات کو بھی سمجھنے کی کوشش کریں گے تاکہ ان کا حل واضح ہو کر ہمارے سامنے آجائے۔

پہلی بنیادی بات

یہ زندگی جو اللہ نے ہمیں عطا فرمائی ہے یہ ایک ہی مرتبہ دی گئی ہے۔ دنیا میں ہمارے بچوں کے امتحانات ہوتے ہیں۔ اگر ایک کوشش میں فیل ہوگئے تو دوسری کوشش میں پیپر دے دیں گے۔ لیکن اللہ نے ہمیں جس امتحان میں ڈالا ہے وہ صرف ایک مرتبہ ہونا ہے۔ جیسے انگلش میں کہتے ہیں: Now Or Never۔ یعنی یہ جو مہلت عمر ہمارے پاس ہے اسی کو اختیار کر کے آخرت کی تیاری ہم نے کرنی ہے۔ قرآن حکیم بتاتا ہے:

”جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے اعمال کرنے والا ہے۔“ (الملک: 2)

اس آیت میں ایک نکتہ ہے۔ یہاں صرف عملاً نہیں کہا گیا بلکہ احسن عملاً کہا گیا۔ یعنی مطلق اعمال نہیں بلکہ کوالٹی والے اعمال کی ضرورت ہے۔ اخلاص کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے مطابق، للّٰہیت کے ساتھ، آخرت میں اجر کی نیت سے جو اعمال کیے جائیں گے وہی کسوٹی پر پورے اُتریں گے۔ زندگی کے اس امتحان میں مختلف نشیب وفراز آتے ہیں۔ کبھی صبر کے مراحل ہیں اور کبھی شکر کے مراحل آتے ہیں۔ گو کہ انسان صبر والے مراحل کا تاثر زیادہ لیتا ہے حالانکہ شکر والے مراحل اور پہلو نسبتاً زیادہ ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص بیماری میں مبتلا ہے۔ اس میں شکر کا پہلو یہ ہے کہ میں زندہ ہوں اور میری بیماری زیادہ شدید نوعیت کی نہیں ہے۔ یعنی یہ بھی آزمائش ہے لیکن اس کے اندر بھی شکر کا ایک پہلو آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں انبیاء ورسل کے واقعات ہمارے سامنے رکھتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی کہ یارب! مجھے ایسی بادشاہت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو نہ ملے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت کچھ عطا کیا لیکن وہ فرماتے تھے:

﴿لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ﴾ ”تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ کیا میں شکر ادا کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں۔“ (النمل: 40)

یعنی میرا اللہ امتحان لے رہا ہے کہ میں شکر ادا کرتا ہوں یا

مرتب: ابو ابراہیم

نہیں۔ ایوب علیہ السلام کے متعلق روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ 18 برس تک جلد کی بیماری میں مبتلا رہے لیکن صبر اور شکر کا دامن نہیں چھوڑا۔ اللہ نے شکر اور صبر کے پہلو بھی اپنے انبیاء کے ذریعے ہمارے سامنے رکھ دیے۔ بی بی فاطمہ الزہرۃ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب مصائب تمہیں پریشان کریں تو میرے ابا جان (نبی مکرم ﷺ) کو یاد کیا کرو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے خود یہ ارشاد فرمایا کہ جتنا مجھے اللہ کی راہ میں ستایا گیا، جتنے مصائب مجھ پر آئے ہیں وہ کسی پر نہیں آئے ہیں۔ سبق یہ ہے کہ دنیا کی یہ مختصر زندگی ایک امتحان ہے۔ جس نے اس امتحان میں شکر اور صبر کا دامن نہ چھوڑا وہ آخرت کی دائمی زندگی میں کامیاب ہو جائے گا۔ یہ دنیا کی زندگی تو کچھ بھی نہیں ہے۔ آنکھ بند مہلت عمر ختم۔ وہ مہلت کسی وقت بھی ختم ہو سکتی ہے۔ لیکن بہت بڑا سوال یہ ہے کہ کیا ہم مرنے کو تیار ہیں؟ یہ سوال بار بار اپنے آپ سے بھی کرنا چاہیے تاکہ ہم امتحان کی تیاری کی فکر کریں اور اس امتحان میں کامیاب ہونے کے لیے اللہ اپنی کتاب اور رسول ﷺ کے اسوہ کو ہمارے سامنے رکھتا ہے۔

دوسری بنیادی بات

اس زندگی کے دوران بدلتے حالات میں مشقتیں بھی آتی ہیں۔ یہ مشقتیں کچھ فطری ہیں لیکن کچھ میں آزمائش کے پہلو بھی ہوتے ہیں۔ کبھی اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے کہتا ہے کہ تمہیں امتحانات سے گزارا جائے گا۔ سورۃ البقرۃ میں فرمایا:

”اور ہم تمہیں لازماً آزمائیں گے کسی قدر خوف اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور ثمرات کے نقصان سے اور (اے نبیؐ) بشارت دیجیے ان صبر کرنے والوں کو۔“ (آیت: 155)

آزمائشیں بیماری، کاروباری نقصان، اولاد کے انتقال یا کسی اور مصیبت کی شکل میں آتی ہیں اور آزمائشیں اللہ کی خدا میں، اللہ کے دین کے لیے محنت کے راستے کے دوران میں بھی آیا کرتی ہیں۔ قرآن حکیم جس صبر کا ذکر ہمارے سامنے رکھتا ہے اس کا ایک بہت ہی مختصر پہلو عام طور پر ہمارے ذہنوں میں رہتا ہے۔ پیر میں کانٹا چبھ جائے تو یہ بھی صبر کا مرحلہ ہے، حدیث میں ذکر ہے کہ ثواب ملتا ہے۔ چراغ بجھ جائے تو اللہ کے رسول ﷺ نے پڑھا: انا للہ وانا الیہ راجعون! بالکل صبر کا موقع ہے۔ انتقال ہو جائے تو پڑھ لیں: انا للہ وانا الیہ راجعون! آنسو بھی بہا سکتے ہیں کیونکہ جناب ابراہیم کے انتقال پر

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی آنسو بہائے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ تھے: آنکھ آنسو بہاتی ہے، دل بھی غمگین ہے مگر زبان پر وہی ہوگا جس سے اللہ راضی ہو۔ یہ ہے توازن جو سنت ہمیں عطا کرتی ہے۔ بہر حال انفرادی معاملات میں اس طرح کی جو آزمائشیں ہم پر آتی ہیں ان پر صبر کرنا اس صبر کا 10 فیصد بھی نہیں ہے جس کا تصور قرآن دیتا ہے۔ صبر کا بڑا حصہ وتواصو بالحق وتواصو بالصبر والا ہے۔ یعنی حق بیان کرنا، حق کا پرچار کرنا، حق کا علم بلند کرنا، اس کے لیے محنت اور جدوجہد کرنا، اللہ کی اطاعت کے لیے، دین کے غلبہ کی جدوجہد میں مشقتوں سے گزرتے ہوئے صبر کرنا، گناہوں میں جو کشش ہوتی ہے اس کے ہوتے ہوئے بھی گناہوں سے خود کو روکنا بھی صبر ہے۔ دنیا کی لذتوں اور خواہشات سے بندہ اس لیے دور رہے کہ آخرت برباد نہ ہو جائے یہ بھی صبر ہے۔ پھر حق بیان کرنے کے نتیجے میں باطل کی طرف سے جو ردعمل آئے، باطل قوتیں اس کے نتیجہ میں آپ کا جینا مشکل بنا دیں تو اس صورت میں اللہ کی رضا کے لیے صبر کرنا اور استقامت کا مظاہرہ کرنا بھی صبر ہے۔

”(اے مسلمانو!) تمہارے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے“ (الاحزاب:21)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی دیکھ لیں۔ خواہ وہ طائف کی گلیوں میں بہتا لہو ہو، سفر ہجرت کی تکالیف ہوں، بدر کا موقع ہو، جنگ خندق کے دوران پیٹ پر پتھر باندھنے کا معاملہ ہو، پھر اُحد میں اپنے پیارے صحابہؓ کی لاشوں کو دیکھنے کا مرحلہ ہو، سب صبر کے مراحل تھے۔ اللہ کی راہ میں ان سب آزمائشوں، مشقتوں اور مشکلات کو برداشت کرنا صبر کا وہ بڑا حصہ ہے جس کو قرآن نمایاں کرتا ہے اور اس پر اجر وثواب بھی بیان کرتا ہے۔

بدلتے حالات میں مشقتوں اور مصائب کا آنا فطری امر ہے اور یہ زندگی کے اس امتحان کا تقاضا ہے لیکن اس دوران یہ سوچنا کہ اللہ مجھے آزما رہا ہے یا مجھے کوئی سزا تو نہیں دی جا رہی یا یہ آزمائش میرے لیے کسی رحمت کا باعث بنے گی، یہ وہ حساس نکتہ ہے جس کی اسلاف نے وضاحت فرمائی۔ اگر وہ سامنے رہے تو معاملہ بڑا واضح ہو جاتا ہے۔ مصائب کبھی اس لیے بھی آتے ہیں کہ بندوں کی تربیت مقصود ہوتی ہے۔ اللہ بندے کو ایک امتحان میں ڈالتا ہے، اس کے رویے کو دیکھتا ہے اگر اس کا رویہ مثبت اور اللہ کی رضا والا ہے تو یہ مصائب اس کے لیے اجر وثواب کا باعث بن جاتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص کے بچے کا انتقال ہوگیا، فرشتے نے روح قبض کر لی۔ اللہ نے فرشتے سے پوچھا: تم نے میرے بندے کو کس حال میں پایا؟ فرشتہ عرض کرتا ہے: اے اللہ! تیرے بندے نے اس موقع پر بھی تیری رضا پر راضی رہنے کا ثبوت پیش کیا اور تیرا شکر ادا کیا۔ اللہ فرماتا ہے: اس بندے کے لیے جنت میں محل تعمیر کرواور اس کا نام رکھو: بیت الحمد۔ یہ گھر اللہ بندے کو اس شکر گزاری پر عطا فرمائے گا۔ اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ ایک بندے کو بلند مقام اور درجہ عطا فرمانا چاہتا ہے مگر بندے کے اعمال ایسے نہیں کہ وہ وہاں تک پہنچ سکے۔ چنانچہ اللہ اس بندے کو امتحان اور آزمائش میں ڈالتا ہے اور بندے کو صبر کی توفیق بھی دے دیتا ہے۔ یہ بندہ صبر کرتا ہے اور اللہ یہ بلند درجہ اس کو عطا فرماتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ جو مصیبت یا مشکل آئی ہے یہ آزمائش ہے یا سزا ہے؟ اس کا حل یہ بتایا گیا کہ آزمائش کے وقت بندے کے قلب کی کیفیت کیسی ہے؟ قرآن کہتا ہے: ﴿مَا اَصَابَ مِنۡ مُّصِیۡبَۃٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰہِ ؕ﴾ (التغابن:11) ”نہیں آتی کوئی مصیبت مگر اللہ کے اذن سے۔“

اگر آزمائش کے وقت بندہ انا للہ وانا الیہ راجعون کے الفاظ بھی ادا کرتا ہے، اللہ کے فیصلے پر راضی رہتا ہے اور شکوہ شکایت نہیں کرتا تو اس قلبی کیفیت کے ساتھ بندے کو یقین رکھنا چاہیے کہ یہ آزمائش اس کے لیے مثبت ہے۔ یعنی یہ اس کے لیے اجر وثواب، کئی گناہوں کی معافی اور کئی درجات کی بلندی کا باعث بنے گی۔ لیکن اگر بندے کے

پریس ریلیز 13 جنوری 2023ء

اقتدار کی رسہ کشی ملک میں بدترین سیاسی عدم استحکام اور معاشی بدحالی کا باعث بن رہی ہے

شجاع الدین شیخ

اقتدار کی رسہ کشی ملک میں بدترین سیاسی عدم استحکام اور معاشی بدحالی کا باعث بن رہی ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ گذشتہ کئی ماہ سے جاری اقتدار کی رسہ کشی سے ملک بدترین سیاسی عدم استحکام کا شکار ہے جس سے ہماری معیشت کو بھی ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ بعض دوست ممالک نے بھی اس پر تشویش کا اظہار کیا ہے جو یقیناً ہمارے لیے باعث شرمندگی ہے۔ لیکن سٹیک ہولڈرز میں سے کوئی بھی اپنی ذمہ داری کا احساس کرنے پر آمادہ نہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ وقت پر انتخابات کا انعقاد اور قبل از وقت انتخابات کا مطالبہ دونوں جمہوری طرزِ حکومت کا حصہ ہیں البتہ کسی کو آئین سے تجاوز کرنے کا حق نہیں لہٰذا تمام سٹیک ہولڈرز، خاص طور پر سیاست دانوں کو اسے ناک کا مسئلہ نہیں بنانا چاہیے اور اچھے ہم وطنوں کی طرح اس مسئلہ کو مذاکرات کے ذریعے حل کر لینا چاہیے۔ اُنہوں نے کہا کہ اسی طرح اسمبلی کو بچانے کی کوشش کرنا اور اسمبلی توڑ دینا دونوں جمہوری طرز حکومت کا حصہ ہیں اس حوالے سے صرف ملکی مفاد کو مدنظر رکھنا چاہیے اور سیاسی حریفوں کی طرح معاملات کو نمٹانا چاہیے نہ کہ باہم دشمنی پر اتر آئیں۔ اُنہوں نے کہا کہ سب جمہوریت جمہوریت پکارتے ہیں لیکن کوئی کسی قسم کے اصول وضوابط کو ماننے کو تیار نہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ مملکتِ خداداد پاکستان میں سیاسی عدم استحکام اور معاشی بدحالی درحقیقت ہمارا انفرادی اور اجتماعی لحاظ سے نظریاتی پٹڑی سے اتر جانے کا نتیجہ ہے اور یہی ہماری اصل غلطی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ سیاست دان ہوں یا ہمارے ادارے کسی کو یہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا اور اس کی بقاء اور استحکام کا انحصار بھی اسلام پر ہے۔ لہٰذا ہماری اصلاح اور فلاح و بہبود اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک ہم صحیح ٹریک پر واپس نہیں آجاتے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

قلب کی کیفیت شکوہ شکایت والی ہے کہ میرے ساتھ ہی یہ ہونا تھا، میرا ہی گھر اللہ کو ملا تھا، مجھ پر ہی یہ مصیبت ٹوٹنی تھی تو اس کا مطلب ہے کہ بندہ رب کے فیصلے پر راضی نہیں ہے، یہ خطرناک معاملہ ہے کیونکہ یہ معاملہ بندے کے لیے سزا کا باعث بن سکتا ہے اور اس صورت میں بندے پر مصیبت اس کے کرتوتوں کی وجہ سے ہی آتی ہے۔

آزمائش میں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ کبھی اللہ بندے کو آزمائش میں مبتلا کرتا ہے تو بندے کا دل نرم ہو جاتا ہے۔اس طرح کے واقعات ہمارے مشاہدے میں آتے رہتے ہیں۔ ہمارے ہاں قرآن اکیڈمی میں لوگ کورسز کرنے کے لیے آتے ہیں تو ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ زندگی میں یہ تبدیلی کس طرح آئی کہ آپ دین کی طرف آگئے۔ایک صاحب نے کہا کہ شادی کے پندرہ ماہ بعد ہی بیوی کا انتقال ہوگیا۔ بڑی نیک بیوی تھی۔اس کے بعد میں بہت مشکلات میں گھر گیا۔لیکن پھر میرا دل نرم ہوا۔میں نے اللہ کی طرف رجوع کیا اور اللہ تعالیٰ نے میری زندگی بدل دی۔ایک صاحب نے اپنے بارے میں بتایا کہ اللہ نے مجھے بہت ہی خوبصورت دو بچوں سے نوازا تھا، دونوں اللہ نے واپس لے لیے تو میں بڑا ٹینشن اور فرسٹریشن کا شکار ہوگیا۔لیکن دل میں نرمی آئی تو میں اللہ کے سامنے رویا۔اللہ نے میری زندگی کو بدل دیا۔ بہرحال کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ مشکل وقت آتا ہے، کوئی تلخ حقیقت سامنے آتی ہے اور بندے کا دل نرم ہو جاتا ہے تو پھر اگلا مرحلہ یہ ہوتا ہے جیسے فرمایا:

﴿فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝٥﴾ (الم نشرح: 5) ''تو یقینا مشکل ہی کے ساتھ آسانی ہے۔''

مشکل کے بعد آسانی ہو جائے گی۔ بندے کو رجوع الی اللہ کی توفیق مل جائے گی۔ وہ اللہ کی طرف پلٹ آئے گا، وہ اللہ کے سامنے رونے لگے گا، گڑگڑانے لگے گا تو اللہ حالات بھی سنوار دے گا۔ روحانی ترقی بھی ہو جائے گی اور آخرت جو اصل مسئلہ ہے اس کی تیاری میں وہ لگ جائے گا۔ بہرحال یہ تین نکتے ہیں۔ ان کو سامنے رکھیں تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''بحر و بر میں فساد رونما ہو چکا ہے لوگوں کے اعمال کے سبب تا کہ وہ انہیں مزہ چکھائے ان کے بعض اعمال کا'' (الروم: 41)

یہ اللہ کی شان کریمی ہے کہ وہ ہر گناہ پر انسان کو نہیں پکڑتا، ہر کرتوت پر سزا نہیں دیتا بلکہ بعض پر سزا دے رہا ہے لیکن اس میں بھی مثبت پہلو یہ ہے کہ:

﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝٤١﴾ (الروم: 41) ''تا کہ وہ لوٹ آئیں۔''

آنے والی سختیاں اللہ کی سنت رہی ہیں۔ مکی سورتوں میں ذکر آتا ہے کہ:

''اور ہم نے نہیں بھیجا کسی بھی بستی میں کسی بھی نبی کو مگر یہ کہ ہم نے پکڑا اُس کے بسنے والوں کو سختیوں سے اور تکلیفوں سے تا کہ وہ گڑ گڑائیں (اور ان میں عاجزی پیدا ہو جائے)۔'' (الاعراف: 94)

تا کہ ان میں عاجزی پیدا ہو جائے اور یہاں فرمایا:

﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝٤١﴾ (الروم: 41) ''تا کہ وہ لوٹ آئیں۔''

اللہ تعالیٰ موقع دیتا ہے کہ بندے کا دل ذرا نرم ہو جائے اور وہ اللہ کی طرف پلٹ آئے۔ اللہ معاف کرے کہ اگر اس کے باوجود بھی دل نرم نہیں ہوتے تو پھر اللہ انہیں سخت بھی کر دیتا ہے۔ جیسے قرآن میں یہود کے بارے میں فرمایا:

''پھر تمہارے دل سخت ہو گئے اس سب کے بعد پس اب تو وہ پتھروں کی مانند ہیں' بلکہ سختی میں ان سے بھی زیادہ شدید ہیں۔'' (البقرۃ: 74)

اور اللہ کبھی ہمیں دوسرے انداز سے پوچھتا ہے:

''کیا ابھی وقت نہیں آیا ہے اہل ایمان کے لیے کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد کے لیے اور اُس (قرآن) کے آگے کہ جو حق میں سے نازل ہو چکا ہے؟'' (الحدید: 16)

بہرحال ہر آزمائش کا مثبت پہلو یہ ہوتا ہے کہ لوگ اللہ کی طرف لوٹیں۔ اگر اس سہولت سے فائدہ اٹھایا جائے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ بندے کے لیے آسانی فرما دیتا ہے اور اسے عزت و تکریم عطا فرماتا ہے۔

اجتماعی مسائل اور ان کا حل

اگلا مرحلہ افراد سے نکل کر اقوام کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں پچھلی قوموں کے حالات ہمارے سامنے رکھے ہیں۔ ان قوموں کو بھی اللہ نے آزمائشوں میں مبتلا کیا تا کہ وہ لوٹ آئیں لیکن جو قومیں اس کے باوجود بھی اپنی اصلاح کے لیے تیار نہ ہوئیں انہیں اللہ نے تباہ کر کے بعد والوں کے لیے عبرت کا سامان بنا دیا۔ یہ عام اقوام کے لیے ہے جو شرک اور کفر کریں۔ یعنی کافر اقوام کی سزا۔

امت مسلمہ کے لیے اللہ کا قانون

بنی اسرائیل کے بعد نبی اکرم ﷺ کی امت کو امت مسلمہ قرار دے دیا گیا۔ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ کو اور رسولوں کو نہ ماننے والوں کے معاملات الگ ہیں۔ ماننے والوں کے لیے اللہ کے معاملات اور قوانین الگ ہیں۔ سابقہ اُمت (بنی اسرائیل) نے کتاب پس پشت ڈالی، حالانکہ اسی قوم کو اللہ نے کہا تھا:

''اے یعقوب کی اولاد! یاد کرو میرے اُس انعام کو جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ میں نے تمہیں فضیلت عطا کی تمام جہانوں پر۔'' (البقرۃ: 47)

صدیوں تک بنی اسرائیل میں نبوت کا سلسلہ جاری رہا، تورات، زبور، انجیل ان کو عطا ہوئیں۔ اللہ نے ان کو بڑی بڑی بادشاہتیں بھی عطا کیں اور ان کا دعویٰ بھی تھا کہ ہم اللہ کے بڑے چنیدہ بندے ہیں مگر انہوں نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا:

''تو اہل کتاب میں سے ایک جماعت نے اللہ کی کتاب کو پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا'' (البقرۃ: 101)

اور وقت کے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ نہ دیا۔ پکار لگی کہ آؤ یہ فلسطین کا علاقہ ملنے والا ہے اس کو فتح کریں گے اور یہاں اللہ کی شریعت نافذ ہوگی لیکن قوم نے صاف انکار کر دیا۔ پھر ان کے علماء نے کتابوں کے اندر تحریف کی، دنیا کی محبت میں ڈوبے، دین کے ساتھ بے وفائی کا معاملہ کیا، پیغمبر کے مشن میں شریک نہ ہوئے تو اللہ فرماتا ہے:

''اور ان پر ذلت و خواری اور محتاجی و کم ہمتی تھوپ دی گئی اور وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے۔'' (البقرۃ: 61)

ان کے بعد محمد رسول اللہ ﷺ کو آخری رسول بنا کر بھیجا گیا اور آپ ﷺ کی امت کو آخری امت قرار دیا گیا۔ اللہ کا اصول وہی چل رہا ہے۔ تمہیں کتاب دی ہے، پیغمبر ﷺ کا مشن دیا ہے، دین کامل کر کے دیا ہے اور تمہیں ہم نے چنا بھی ہے۔

﴿هُوَ اجْتَبٰىكُمْ﴾ (الحج: 78) ''اُس نے تمہیں چن لیا ہے'' تمہیں خیر امت بھی قرار دیا:

''تم وہ بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کے لیے برپا کیا گیا ہے'' (آل عمران: 110)

اس لیے کہ تمہیں ایک عظیم ذمہ داری سونپی گئی ہے:

''تم حکم کرتے ہو نیکی کا اور تم روکتے ہو بدی سے'' (آل عمران: 110)

تمہیں ہم نے یہ بھی کہا:

''اور (اے مسلمانو!) اسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک اُمتِ وسط بنایا ہے تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسولؐ تم پر گواہ ہو۔'' (البقرۃ: 143)

لیکن آج اس امت کی صورت حال کیا ہے۔ کشمیر، فلسطین، بوسنیا، افغانستان، چیچنیا، برما میں کیا حالات

ہیں۔ پچھلے سو برس میں سب سے سستا خون ہمارا بہا۔ 57 مسلم ممالک ہیں مگر آج ہماری کوئی عزت نہیں، کوئی حیثیت نہیں۔ ذلت و رسوائی آج ہمارے مقدر میں ہے۔ اسرائیل کا صیہونی وزیر جس طرح مسجد اقصیٰ میں وارد ہوا ہے، پھر مسلمانوں کے گھروں کو مسمار کرنے کی باتیں اور روزانہ کی بنیاد پر مسلمانوں کو شہید کرنے کی باتیں اور عربوں کا خیال ہے کہ ہمارا حصہ محفوظ رہے باقی جاتا ہے جاتا رہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! یہ اس وقت ہماری صورت حال ہے۔ ہم اپنے فیصلے کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ استاد محترم بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ اس شعر ؎

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ

کے ذیل میں فرماتے تھے کہ ہم آج اس لیے ذلیل و رسوا ہیں کہ اللہ نے جس مشن کے لیے ہمیں کھڑا کیا تھا ہم نے اس کو ترک کر دیا۔ ہمیں الکتاب عطا کی گئی تھی کہ اس کے مطابق ہم دنیا میں نظام عدل قائم کریں لیکن ہم نے اس کتاب سے منہ موڑ لیا۔ 57 مسلم ممالک میں کوئی ایک علاقہ ایسا نہیں جو ہم دنیا کے سامنے پیش کر سکیں کہ آؤ دیکھو یہ اللہ کا دین ہے۔ یہ ساری امت کا عظیم جرم ہے۔ ہمارے اس بڑے جرم کے نتیجے میں سزا کے طور پر ہم پر یہ سب مصائب آ رہے ہیں۔ اجتماعی فیصلے اللہ اجتماعی اعمال کی بنیاد پر کرتا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے تھے اس حوالے سے مجرم نمبر ایک عرب ممالک ہیں کیونکہ ان کی زبان میں الکتاب عطا کی گئی لیکن ان کی کسی ریاست میں آج شریعت نافذ نہیں ہے۔ بلکہ اسرائیل اور یہودیوں کے لیے سعودیہ اور یو اے ای نے سارے دروازے کھول دیے۔ ان کے لیے پورے پورے شہر آباد کرنے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ عرب حکمران اقتدار کی خاطر امریکہ کی غلامی اختیار کیے ہوئے ہیں۔

عربوں کے بعد ایک اعتبار سے مجرم نمبر ایک ہم ہیں۔ 57 مسلم ممالک میں سے باقی کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ اے اللہ! تیرے دین کے لیے ہمیں خطہ چاہیے۔ اگر تو ہمیں ملک عطا کر دے تو ہم وہاں تیرے دین کو قائم کریں گے۔ اسی وعدے کی بنیاد پر مسلمانوں نے یہاں جانیں قربان کی تھیں، اپنے گھر بار چھوڑے تھے۔ یہ نعرہ لگایا کہ پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ۔ جبکہ آج صورتحال یہ ہے کہ دھڑلے کے ساتھ غیر اسلامی قوانین بنائے جاتے ہیں اور ساری سیاسی جماعتیں ان خلاف شریعت قوانین کی حمایت میں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ جیسے ٹرانسجینڈر قانون تھا۔ اسی طرح سود کے خاتمے کے لیے بھی قومی سطح پر ہم سنجیدہ نہیں ہیں۔ 28 اپیلیں اس وقت بھی سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بینچ میں موجود ہیں۔ ہمارے تمام مقتدر اداروں سمیت کوئی بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اس جنگ کو ختم کرنے کے لیے تیار نہیں ہے حالانکہ گزشتہ پانچ مہینوں میں تقریباً 17 سو ارب روپے سودی قرضوں کی مد میں ہم دے چکے ہیں۔ بچا کیا ہے ملک میں لگانے کو۔ اللہ اور رسول ﷺ سے جنگ کا یہ نتیجہ ہے۔ ہمارے تمام مصائب کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم اللہ سے کیے ہوئے وعدے سے پھر گئے۔

واحد حل: سچی توبہ

ان تمام مصائب کا ایک حل سچی توبہ ہے لیکن یاد رکھیں صرف توبہ توبہ کہنے سے توبہ نہیں ہوگی بلکہ اصل توبہ پلٹنے کا نام ہے۔ انفرادی سطح پر توبہ یہ ہے کہ انسان گناہوں کو چھوڑ کر فرمانبرداری کی طرف پلٹ آئے۔ اللہ کے ساتھ اور پھر بندوں کے ساتھ معاملات کو ٹھیک کریں۔ انفرادی سطح پر یہ توبہ ہوگی تو پھر اجتماعی سطح پر بھی توبہ کا راستہ کھلے گا۔ یہ ساڑھے پانچ چھ فٹ کے وجود پر شریعت کا نفاذ ہوگا تو پھر ۲۲، ۲۳ کروڑ پر شریعت کے نفاذ کی بات کرنے کا ہمارا منہ ہوگا۔ لیکن اجتماعی فیصلے ہمارے اجتماعی اعمال کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں اور اجتماعی توبہ یہی ہے کہ شریعت کے نام پر ہم نے ملک کو حاصل کیا تو یہاں شریعت کے نفاذ کی جدوجہد شروع کی جائے۔ نوٹ کیجیے گا کہ کوئی کافر ہو تو فرعون بنے، شداد بنے، نمرود بنے، اللہ تعالیٰ ان کو دے گا اور اللہ نے ان کو دیا ہے لیکن ہمیں اللہ کی طرف سے ایسے نہیں ملے گا۔ ہم ماننے والوں کا معاملہ یہ ہے کہ اگر مانو گے تمہیں ملے گا۔ ارشاد ہوتا ہے:

''اور اگر انہوں نے قائم کیا ہوتا تورات کو اور انجیل کو اور اس کو جو کچھ نازل کیا گیا تھا ان پر ان کے رب کی طرف سے تو یہ کھاتے اپنے اوپر سے بھی اور اپنے قدموں کے نیچے سے بھی۔'' (المائدہ:66)

اسی طرح خاص طور پر اس پاکستان کا مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے اللہ کے دین کے ساتھ غداری کی اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ بے وفائی کی ہے۔ اس لیے ہمارے مسائل ختم نہیں ہو رہے۔ اندرونی انتشار، بیرونی پریشرز، سب خرابیاں بڑھ رہی ہیں۔ ہم نے سب کچھ کر کے دیکھ لیا ہے۔ اسلام کا سافٹ امیج، عورتوں کی میراتھن کرا کر دکھا دیا۔ ہم نے غداریاں کر کے دکھا دیا، ہم نے امریکہ بہادر کو پہلے بھی اپنے اڈے دیے تھے اور اپنے ستر اسی ہزار بھائیوں کو شہید کروا ڈالا اور اب پھر ہم امریکہ کے ساتھ پینگیں بڑھا رہے ہیں۔ 75 برس میں امریکہ کے ساتھ رہ کر کون سے معاملات سدھر گئے؟ یہ سارے کافرانہ طرز عمل اختیار کر کے کون سی ہمارے ملک میں دودھ کی نہریں بہہ گئیں؟ معاملات نہیں سدھریں گے جب تک ہم اللہ کی طرف پلٹیں گے نہیں، بقول شاعر:

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

میں اپنی ذات پر تو اللہ کی شریعت کو نافذ کروں۔ میرے گھر میں تو نفاذ ہو اور پھر بھی میں بیٹھ نہ جاؤں کہ میں نے دین کے تقاضے پورے کر لیے۔ اب اجتماعی زندگی اختیار کرنا اور اجتماعی محنت کے لیے کھڑا ہونا اور انقلابی جدوجہد کے لیے کھڑا ہونا بھی بحیثیت اُمتی میرا فرض ہے تاکہ اللہ کی زمین پر اللہ کی شریعت نافذ ہو اور اگر اس کیفیت میں میری موت آ جائے تو میں اللہ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر اپنی معذرت تو رکھوں کہ مالک جہاں میرے بس میں تھا میں نے جان لگائی ہے اور جو نظام میرے بس میں نہیں تھا وہاں میں نے جدوجہد کی ہے۔ یہ جدوجہد کرنا فرض ہے اور یہ کفارہ ہوگا اس بات کا کہ آج اس پورے دین پر عمل کرنے کی پوزیشن میں ہم نہیں ہیں۔ کیا عجب کہ جدوجہد ہو اور اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور ہمیں توبہ کی توفیق دے دے۔ اللہ نے یونس علیہ السلام کی پوری قوم کو معاف فرما دیا تھا جب اس نے عذاب کے آثار دیکھے، ان کے دل نرم ہوئے اور وہ اللہ کے سامنے جھک گئے، اللہ نے عذاب کو ٹال دیا۔ حقیقی توبہ یہ ہے کہ پہلے اپنے وجود پر اور پھر ملکی سطح پر معیشت، معاشرت، سیاست کے میدان میں اللہ کے دین کا نفاذ ہو۔ انفرادی اور اجتماعی سطح پر یہ اصل توبہ اور جب یہ ہوگی تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی ہمارے لیے اجتماعی فیصلے رحمت کی صورت لیے ہوئے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں انفرادی اور اجتماعی سطح پر سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

عالمِ اسلام کے خلاف یہود و نصاریٰ کی سازشیں

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

یہ مضمون بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے نومبر 2008ء کے دوران کچھ خطابات جمعہ کے خلاصہ کا مجموعہ ہے۔ خصوصی اہمیت کے پیش نظر اس کو قارئین ندائے خلافت کے لیے شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

سورۃ المدثر کی جن آیات پر گفتگو کی گئی تھی ان میں اللہ تعالیٰ نے چاند، رات اور صبح کی قسمیں کھائی ہیں۔ یہی معاملہ ہمیں سورۃ الانشقاق میں نظر آتا ہے: ﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ⑯ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ⑰ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ⑱ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ⑲ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑳﴾ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سورتوں کے درمیان میں قسمیں کھائی ہیں۔ قرآن حکیم میں عام طور پر قسمیں سورتوں کے شروع میں ہوتی ہیں۔ مثلاً سورۃ الفجر کا آغاز ہوتا ہے: ﴿وَالْفَجْرِ ① وَلَيَالٍ عَشْرٍ ② وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ③﴾ سورۃ العصر کا آغاز بھی قسم سے ہوتا ہے: ﴿وَالْعَصْرِ ①﴾ سورۃ التین کے شروع میں ہے: ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ① وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ② وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ③﴾ تو عام طور پر سورتوں کے آغاز میں قسمیں کھائی جاتی ہیں، لیکن کچھ استثناءات ہیں، جن میں سے یہ دو مقامات بہت اہم ہیں۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ ان دو مقامات کے ضمن میں مجھے جو ایک وجدانی (intutional) تاثر حاصل ہوا ہے وہ میں بیان کر رہا ہوں، اسے آپ ان آیات کی تفسیر نہ سمجھیں۔

میرے نزدیک سورۃ المدثر کی آیات میں بعثتِ محمدیؐ کا ذکر ہے۔ ارشاد ہوا: ﴿كَلَّا وَالْقَمَرِ ㉜﴾ ”ہرگز نہیں، قسم ہے چاند کی“۔ آنحضورﷺ کی بعثت سے پہلے جو ہدایت نبوت تھی وہ گویا چاند کی مانند تھی۔ ابھی نبوت و رسالت کا تدریجاً ارتقاء ہو رہا تھا۔ پھر ایک بڑی طویل رات آئی، جو چھ سو برس پر محیط تھی، جس میں کوئی نبی، کوئی رسول دنیا میں موجود نہیں تھا۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور محمد رسول اللہﷺ کی بعثت کا درمیانی زمانہ ہے۔ ﴿وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ㉝﴾ ”اور قسم ہے رات کی جبکہ وہ پیٹھ موڑ کر چل دے“۔ اب جبکہ نبی اکرمﷺ کی بعثت ہوئی ہے تو وہ رات اب گویا پیٹھ موڑ کر جا رہی ہے، اس کی روانگی ہے۔ ﴿وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ㉞﴾ ”اور قسم ہے صبح کی جبکہ وہ روشن ہو جائے“۔ یعنی خورشید نبوتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اب طلوع ہو گیا ہے۔ ہدایتِ نبوت اب گویا سورج کی مانند ہے۔ وہ چاند کا معاملہ تھا، یہ اب خورشید نبوتِ محمدیؐ ہے۔ اور فرمایا: ﴿نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ㊱﴾ ”یہ خبردار کرنے کے لیے ہے پوری نوعِ انسانی کو“۔ آنحضورﷺ کی بعثت کسی خاص قوم کے لیے نہیں تھی بلکہ پوری نوعِ انسانی کے لیے تھی۔ چنانچہ بعد میں واضح کیا گیا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ (سبا:۲۸) ”اور (اے نبیﷺ!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا ہے مگر تمام نوعِ انسانی کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر“۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ ان آیاتِ مبارکہ کا بعثتِ محمدیؐ سے تعلق اس سے بھی ظاہر ہے کہ سورۃ المدثر کے شروع میں آنحضورﷺ کی بعثت ہی کا ذکر ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ① قُمْ فَاَنْذِرْ ② وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ③﴾

سورۃ المدثر اور سورۃ الانشقاق میں تین تین قسمیں کھائی گئی ہیں اور دونوں مقامات پر رات اور چاند کا ذکر ہے۔ یہ ان دونوں مقامات میں مشابہت کا پہلو ہے۔ ان آیات کا پس منظر یہ ہے کہ محمد رسول اللہﷺ پر خورشید نبوت طلوع ہو گیا، لیکن اس کے بعد جلد ہی ایک زوال کا آغاز ہو گیا، جیسا کہ حضورﷺ نے خود فرما دیا تھا:

”اسلام کی جب ابتدا ہوئی تھی تو یہ اجنبی تھا، اور پھر ویسے ہی اجنبی ہو جائے گا جیسے ابتدا میں تھا۔ پس ایسے اجنبیوں کے لیے خوشخبری ہے۔“

چنانچہ خلافتِ راشدہ کے اختتام کے ساتھ ہی اسلام کے زوال کا آغاز ہو گیا۔ اس لیے کہ خلافت کا نظام شورائی نظام تھا، مسلمانوں کے مشورے سے اہل ترین آدمی خلیفہ مقرر ہوتا تھا، کوئی موروثی نظام تو نہیں تھا۔ لیکن اب وہ ملوکیت کا دور آ گیا تو گویا ایک منزل گر گئی۔ پھر رفتہ رفتہ زوال میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ تو اس اعتبار سے آج سے تین سو برس قبل ایک وقت وہ آیا کہ گویا خورشید نبوتِ محمدیؐ غروب ہو گیا۔ البتہ اس کی صرف شفق کی لالی باقی رہ گئی۔ اسلام بحیثیت دین پوری دنیا میں کہیں نہیں رہا، بلکہ اس کی حیثیت مذہب کی رہ گئی۔ اسلام بحیثیت مذہب انگریز کے دور میں بھی ہر جگہ رہا ہے۔ یورپی استعمار کے دور میں بھی کسی نے نماز، روزے پر پابندی نہیں لگائی۔ لیکن بحیثیت دین اسلام کا آفتاب آج سے تین سو برس قبل غروب ہو گیا۔ سورج کے غروب ہونے کے بعد بھی شفق کی روشنی کچھ دیر تک رہتی ہے۔ اب گویا دنیا میں جو نبوت کی تعلیم باقی رہ گئی تھی وہ شفق کی مانند تھی: ﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ⑯ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ⑰﴾

اس کے بعد جو رات شروع ہوئی ہے اس نے اپنے اندر بہت کچھ سمیٹ لیا ہے۔ اس کے دو پہلو اچھی طرح سمجھ لیجیے۔ تین سو برس سے نوعِ انسانی پر طاری اس طویل رات میں پہلا کام یہ ہوا کہ اُمتِ محمد علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام غلام ہو گئی۔ یورپی استعمار نے انڈونیشیا سے لے کر مراکو تک اپنے پنجے گاڑ دیے۔ یہاں تک کہ بیسویں صدی کے آغاز میں سلطنت عثمانیہ بھی ختم ہو گئی۔ اس رات کی سیاہی کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس کے دوران دُنیا میں دجالیت نے اپنا تانا بانا بُنا ہے۔ یہ جو فرمایا گیا: ﴿وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ⑰﴾ ”اور قسم ہے رات کی اور جو کچھ اس نے اپنے اندر سمیٹ لیا ہے“۔ اس کے بارے میں عام مفسرین نے لکھا ہے کہ رات کے وقت چور ڈاکو بھی نکل آتے ہیں، وحوش اور درندے بھی جنگل میں نکل آتے ہیں۔ لیکن میں اس کے بارے میں اپنا وجدانی خیال آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ اس رات نے اپنے اندر کیا کچھ سمیٹا ہے اور اس پر مجھے بہت وثوق حاصل ہے۔

اس طویل رات میں دجالیت نے نوعِ انسانی پر جو تین پردے تان دیے ہیں ان کا ذکر میں گزشتہ خطاب میں کر چکا ہوں، لیکن یہ باتیں بار بار بیان کرنے اور یاد کرنے کی ہیں۔ سب سے اونچا پردہ ریاست اور سیاست کی سطح پر تانا گیا، جس کے تین اجزاء ہیں: (i) سیکولرازم۔ یعنی مذہب کا ریاست سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (ii) عوامی

حاکمیت۔ یعنی حاکمیت اللہ کی نہیں عوام کی ہے اور قانون سازی کا اختیار عوامی نمائندوں کو ہے‘ وہ جو چاہیں گے قانون بنائیں گے۔ (iii) وطنی قومیت۔ یعنی کسی ایک محدود علاقے میں رہنے والے سب برابر کے شہری ہیں۔ یہ تینوں باتیں دین سے متصادم ہیں۔ دین تو مسلم اور غیر مسلم میں فرق کرتا ہے۔ اسلامی ریاست میں مسلم اور غیر مسلم کا سٹیٹس ہرگز برابر نہیں ہے۔ غیر مسلم ذمی یا معاہد ہو سکتا ہے‘ وہ برابر کا شہری نہیں ہے۔ اسلامی ریاست کا اصل شہری مسلمان ہے۔ اس لیے کہ اسلامی ریاست ایک نظریاتی ریاست ہے‘ وہ معروف معنوں میں ایک قومی ریاست نہیں ہے۔

دجالیت کا دوسرا پردہ معاشی سطح پر ہے۔ یعنی سود اور جوئے پر مبنی معیشت‘ اور اس کے ساتھ ساتھ فحاشی وعصمت فروشی اور منشیات جیسے ذرائع آمدن کو قانونی تحفظ دینا۔

دجالیت کا تیسرا پردہ سماجی ومعاشرتی سطح پر ہے کہ شرم وحیا اور عفت وعصمت جیسی اقدار کا خاتمہ اور بے حجابی‘ عریانی‘ بے شرمی اور بے حیائی کا فروغ۔ مزید برآں ہر اعتبار سے عورت اور مرد کی مکمل مساوات۔ عورت کو چراغِ خانہ کے بجائے شمع محفل کی حیثیت دینا۔ البتہ یہ تیسرا پردہ ابھی عالم اسلام پر پوری طرح نہیں چھایا۔ لیکن اس کے لیے بھرپور جدوجہد ہو رہی ہے اور این جی اوز کو اربوں ڈالرز دیے جا رہے ہیں۔ سابق صدر پرویز مشرف کے دور میں حکومتی سطح پر اس ایجنڈے کی سرپرستی کی گئی اور وہ پالیسیاں اب بھی جاری ہیں۔ ہماری اپنی اسلامی نظریاتی کونسل سراسر غیر اسلامی سفارشات پیش کر رہی ہے۔ حال ہی میں اس کی سفارشات آئی ہیں کہ طلاق کے معاملے میں مرد اور عورت کو برابر کا حق ہونا چاہیے۔ اسلام کے نظام میں طلاق دینے کا حق مرد کو ہے‘ عورت کو طلاق کا اختیار نہیں ہے۔ وہ عدالت کے ذریعے یا اپنے خاندان کے بزرگوں کے ذریعے خلع حاصل کر سکتی ہے۔ وہ ان کو قائل کرے گی کہ میں اس شخص کے گھر میں نہیں بس سکتی اور اس کی یہ وجوہات ہیں۔ تب اس کو خلع مل جائے گا۔ اس کے ہاتھ میں طلاق کا اختیار نہیں ہے۔ اسلامی تہذیب چونکہ دجالیت کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے لہٰذا یہ سب کوششیں اس کو سبوتاژ کرنے کے لیے ہیں۔ اسی ایجنڈے پر کام کرتے ہوئے پرویز مشرف نے تمام سیاسی اداروں میں ہر سطح پر عورتوں کو 33 فیصد نمائندگی دے ڈالی تھی۔ اس تناسب سے عورتوں کی نمائندگی دنیا میں کہیں بھی نہیں‘ نہ بھارت میں ہے نہ امریکہ میں۔ لیکن ہمیں تو گویا ان کی چشم ابرو کا اشارہ چاہیے کہ ہم آگے سے آگے نکل جائیں۔ بہر حال اس وقت دجالیت کی بھرپور کوشش ہے کہ یہ تیسرا پردہ عالم اسلام پر بھی پوری طرح اوڑھا دیا جائے۔ اس لیے کہ ابھی عالم اسلام میں کچھ شرم و حیا اور عصمت وعفت کی اقدار باقی ہیں‘ کچھ خاندانی نظام کی قدریں باقی ہیں۔

یہ فطرت کا نظام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو مرد بنایا‘ عورت کو عورت بنایا۔ ان کے مابین جسمانی فرق ہے‘ نفسیات کا فرق ہے۔ اس دجالی تہذیب نے یہ سارے تخلیقی فرق مٹا کر وہ کام کیا ہے جس کا دعویٰ ابلیس لعین نے اللہ تعالیٰ کے روبرو کیا تھا۔ سورۃ النساء میں اس کے تحدیانہ الفاظ نقل ہوئے ہیں:

﴿وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝۱۱۸ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۭ﴾

’’اور اُس نے (اللہ تعالیٰ سے) کہا کہ میں تیرے بندوں میں سے ایک مقرر حصّہ لے کر رہوں گا۔ میں لازماً انہیں بہکاؤں گا‘ میں انہیں آرزوؤں میں الجھاؤں گا‘ میں انہیں حکم دوں گا تو وہ جانوروں کے کان پھاڑیں گے‘ اور میں انہیں حکم دوں گا تو وہ اللہ کی تخلیق کو تبدیل کریں گے۔‘‘

یہ اسی کا مظہر ہے کہ مرد عورتوں کا سا لباس پہنیں‘ عورتیں مَردوں جیسا لباس پہنیں۔ اور ایک زمانے میں تو ’’یونی سیکس ڈریس‘‘ کا بڑا چرچا ہوا تھا کہ مرد اور عورت کا ایک ہی قسم کا لباس ہونا چاہیے۔ اور اب جیسا کہ آپ کو معلوم ہے‘ دنیا میں دو مَردوں کی شادی اور دو عورتوں کی شادی کو قانونی تحفظ فراہم کیا جا رہا ہے۔ تو یہ اللہ کی فطرت‘ اللہ کی خلقت‘ اللہ کی تخلیق کے خلاف بغاوت ہے۔

تین سو سال پر محیط اس تاریک رات کے دوران جو یورپی استعمار پروان چڑھا اُس کی انتہائی کیفیت ۱۹۹۰ء کے بعد سے شروع ہوئی ہے جب سوویت یونین کا خاتمہ ہو گیا۔ اس طرح امریکہ یا مغرب کے مقابلے میں اگر کوئی نظام موجود تھا جو اسے چیلنج کر رہا تھا وہ زمین بوس ہو گیا اور امریکہ کو ’’سول سپریم پاور آن ارتھ‘‘ کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ اب وہ کرۂ ارضی کی عظیم ترین قوت بن گیا جس کے مقابلے میں کوئی نہیں ہے۔ مَیں نے کئی دفعہ بیان کیا ہے کہ دس پندرہ سال پہلے امریکہ کا ایئر فورس چیف پاکستان آیا تھا اور اُس نے کراچی میں ماڑی پور ایئر بیس پر ہمارے ایئر فورس کے آفیسرز کو خطاب کیا تھا۔ اُس نے اس وقت یہ بات کہہ دی تھی کہ امریکہ اِس وقت ایک مست ہاتھی کی مانند ہے‘ جو اس کے سامنے آئے گا کچلا جائے گا۔ پہلے اسے اندیشہ ہوتا تھا کہ ایک دوسری طاقت بھی موجود ہے‘ ہم نے کسی ملک کو ذرا ڈرایا دھمکایا‘ تو وہ اس کا سہارا لے لے گا‘ اُس کی گود میں چلا جائے گا۔ جیسے بھارت روس کے کیمپ میں چلا گیا تھا۔ جیسے ہی ہم نے امریکہ کا سہارا لیا بھارت فوراً روس کی جھولی میں چلا گیا اور یہ روس ہی تھا جس نے ہمیشہ مسئلہ کشمیر کے حل میں رکاوٹ ڈالی۔ جب بھی یو این او میں کشمیریوں کے حق خود ارادیت کے حق میں کوئی قرارداد پیش ہوتی تو روس اسے ویٹو کر دیتا۔ (جاری ہے)

دعائے مغفرت

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

☆ امتیاز احمد ملتزم رفیق ہارون آباد شرقی کے بھائی وفات پا گئے ہیں۔

برائے تعزیت: 0334-7008701

☆ حلقہ کراچی وسطی سندھ بلوچ سوسائٹی کے نقیب جناب اسجد فاروق کی ساس صاحبہ کا رضائے الٰہی سے انتقال ہو گیا ہے۔

برائے تعزیت: 0322-8215487

☆ مبتدی رفیق تنظیم اسلامی بہاولپور رانا فیاض احمد بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0304-7767100

☆ حلقہ اسلام آباد کی مقامی تنظیم ایبٹ آباد کے ملتزم رفقاء بصیر احمد کے سگے بھائی اور سردار ثاقب کے کزن وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0301-8145747

☆ حلقہ اسلام آباد کی مقامی تنظیم ماڈل ٹاؤن ھمک کے ملتزم رفیق شہزاد احمد شیخ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا۔

برائے تعزیت: 0333-5601366

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

75 سال سے ہم نے سود پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام اپنایا ہوا ہے۔ یہی ہماری بدترین معاشی حالت کی بنیادی وجہ ہے: حافظ عاطف وحید

ہمارے معاشی مسائل کو کوئی ٹیکنوکریٹ یا ڈکٹیٹر حل نہیں کرسکتا بلکہ اس کے لیے ایک مضبوط اور مستحکم سیاسی نظام کی ضرورت ہے: مصطفیٰ کمال پاشا

پاکستانی معیشت کی بدحالی کا ذمہ دار کون؟ کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: آپ کی نظر میں پاکستان کی معاشی صورت حال کتنی سنگین ہے اور کیا پاکستان واقعی ڈیفالٹ کی طرف بڑھ رہا ہے؟

مصطفیٰ کمال پاشا: آپ نے بہت نازک بات کہی ہے، اس وقت صورت حال یہ ہے کہ ہم لاریب معاشی گرداب کے اندر پھنسے ہوئے ہیں۔ ہمارے بہت سارے معاشی اشاریے ہماری معیشت کی بیماری کی علامات کو ظاہر کر رہے ہیں۔ ہماری آمدن کا تخمینہ براہ راست ٹیکسوں اور بلا واسطہ ٹیکسوں کے ذریعے تقریباً 7500 ارب روپے ہے جبکہ ہمارے اخراجات 10000 ارب روپے کے برابر ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ اڑھائی سے تین ہزار ارب روپے کا خسارہ آنے والے مالی سال میں ہوگا۔ میرے نزدیک پاکستان میں جو اس وقت معاشی بحران ہے اس کے تین ممکنہ نتائج نکل سکتے ہیں۔ اس کا ایک فوری نتیجہ یہ نکل سکتا ہے کہ ہم سپلیمنٹری بجٹ پیش کریں۔ اگر اس سے بھی صورتحال قابو میں نہیں آتی اور جیسا کہ نظر آرہا ہے کہ صورتحال قابو میں نہیں آئے گی تو پھر معاشی ایمرجنسی کے اقدامات کی پالیسی ایک ممکنہ حل نظر آرہا ہے۔ اسی طرح ایک حل یہ بھی ہے کہ حکومت ہاتھ کھڑے کردے اور کہے کہ الیکشن کروا دیں۔ ایک نگران حکومت بنا کر معاملات اس کے حوالے کر دیے جائیں۔ البتہ یہ بات اپنی جگہ حقیقت ہے کہ ہم نے آج کے دن تک عالمی ادائیگیوں کے معاملے میں کوئی ڈیفالٹ نہیں کیا ہے۔ ابھی تک کوئی ایسی ادائیگی نہیں ہے جو رکی ہوئی ہو۔ مشکلات ضرور ہیں کہ ہم وہ وعدے اور شرائط پوری نہیں کر پا رہے جو ہم نے IMF سے کیے ہیں۔

سوال: زرمبادلہ کے ذخائر میں جتنی کمی آچکی ہے شاید ہی تاریخ میں اتنی کمی آئی ہو اور IMF بھی ہمیں قرض نہیں دے پا رہا، ان عوامل کو مدنظر رکھتے ہوئے بتائیں کہ ہمیں براہ راست معاشی ایمرجنسی پر تو نہیں جانا پڑے گا؟

حافظ عاطف وحید: یقیناً جو معاشی مشکلات ہمیں اس وقت نظر آرہی ہیں یہ ہماری خود کی پیدا کردہ بھی ہیں اور اس وقت ہم پر مسلط بھی کر دی گئی ہیں اور ساتھ مجھے یہ بھی نظر آرہا ہے کہ اس کو بہت شدت سے ساتھ سیاسی رنگ بھی دیا جارہا ہے۔ چنانچہ اس معاملے کو جب ہائی لائٹ کیا جاتا ہے تو ہمیں لگتا ہے کہ ہم بہت بڑی تباہی کے دہانے پر جا پہنچے ہیں۔ رہی معاشی صورتحال تو اس حوالے سے پہلا دھچکا ہمیں تب لگا جب ہم نے IMF کا چھٹا ریویو سائن کیا ہے۔ اس کے نتیجے میں بہت سنجیدہ نوعیت کے چند مسائل پیدا ہوئے۔ ایک جو ڈی ویلیوایشن کی گئی اس کے ہماری معیشت پر جو بُرے اثرات آئے اُن سے ہم ابھی تک نہیں نکل پا رہے ہیں۔ دوسرا ہمارے ریاستی بنک سٹیٹ بنک آف پاکستان کو بعض قوتوں کے پریشر اور ایما پر ایک خود مختار ادارہ بنانے کا جو معاملہ ہوا اس کا بھی ہماری معیشت پر بہت منفی اثر پڑا۔ اگرچہ دنیا میں یہی رجحان ہے لیکن دنیا کی معیشت اور پاکستان کی معیشت کے رجحانات مختلف ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس دوران ہم نے IMF کے چھٹے ریویو میں چھ بلین ڈالر کے لیے جو شرائط سائن کی تھیں وہ پاکستان کے معروضی حالات سے قطعاً مطابقت نہیں رکھتی تھیں۔ وہ شرائط ایک ترقی یافتہ اکانومی میں تو چل سکتی تھیں لیکن پاکستان جیسی ڈوبتی معیشت میں ان شرائط کے مزید منفی اثرات پڑے۔ جیسا کہ انہوں نے بجائے ڈویلپمنٹ اینڈ گروتھ کے پاکستان کی معاشی پالیسی کا پرائمری مقصد انفلیشن ٹارگیٹنگ بنا دیا۔ اس کے لیے انہوں نے ٹائٹ مانیٹری پالیسی کے اقدامات بتائے کہ شرح سود بڑھاؤ۔ یہ دیکھے بغیر کہ ہمارے رجحانات کیا ہیں ہمارے ہاں اس اسکیم نے الٹا کام کیا۔ یعنی شرح سود بڑھنے سے کساد بازاری میں مزید اضافہ ہوگیا۔ اس لیے کہ دنیا اس وقت جس انٹرسٹ رجیم پر چل رہی ہے وہ اس سے مختلف ہے۔ ورلڈ اکانومی میں 2 سے 5 فیصد تک ریٹس چل رہے ہیں اور ہم اس کو اٹھا کر 7 پوائنٹ سے بھی اوپر 13 پوائنٹ تک لے گئے۔ اس کا جو نقصان ہوا اس سے ہم ابھی تک نکل نہیں سکے بلکہ اس میں ہم مزید گرتے چلے جارہے ہیں۔ پھر روس یوکرائن کی جنگ ہوگئی۔ اگرچہ کورونا کے دنوں میں ہماری کچھ ادائیگیوں اور قرضوں کی واپسی کو انہوں نے ایک سال کے لیے موقوف کیا تو ہمیں ایک عارضی ریلیف مل گیا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ قرضے معاف ہوگئے ہیں۔ ان ساری چیزوں کو سامنے رکھیے اور پھر ساتھ سیلاب کے نقصانات کو بھی شامل کر لیجیے تو ملکی معیشت گرداب میں ہے۔ اگر اس سے نکلنا ہے تو کچھ بولڈ اقدامات لینے پڑیں گے لیکن اس کے لیے ہمیں بہت بڑی ہمت کی ضرورت ہو گی۔ ہمارے ہاں وہ ہمت اس لیے نظر نہیں آرہی کہ حکومت میں شامل کوئی سیاسی جماعت بڑے فیصلے لینے کو تیار نہیں۔ اس وقت ساری امیدیں اسی سے وابستہ ہیں کہ یا تو IMF بیل آؤٹ کردے۔ لیکن اگر اس کی شرائط کے حوالے سے ہم نویں ریویو میں بھی ایسا ہی کریں گے جیسا کہ ہم نے چھٹے ریویو میں کیا تھا تو پھر ہم مزید گرداب میں پھنسیں گے۔ ان حالات میں مناسب ہوگا کہ ہمارے

پالیسی میکرز، خصوصاً سٹیٹ بینک کی اتھارٹیز وہاں جا کر سٹینڈ لیں کہ ہمارے معروضی حالات کے پیش نظر کون سی شرائط ہمارے لیے قابل عمل ہیں اور کن شرائط پر ہم عمل نہیں کر سکتے۔ سٹگ فلیشن یہ ہے کہ ایک طرف انفلیشن بھی بڑھ رہا ہے اور دوسری طرف ریسیشن بھی بڑھ رہا ہے۔ ایسی صورتحال میں اکنامک تھیوری بھی یہ بتاتی ہے کہ کوئی ایک ٹائٹ مانیٹری پالیسی بھی موثر نہیں رہتی۔ لہٰذا آپ کو کسی نہ کسی پالیسی مکس کے اوپر جانا پڑے گا اور اس کے لیے ضروری ہے کہ سیاسی مفادات سے بالاتر ہو کر بالکل غیر جانبدارانہ انداز سے اگر کچھ لوگ مل کر بیٹھیں گے اور وہ یہ فیصلہ کریں گے کہ ہمیں اب اس سے نکلنا ہے اور شارٹ ٹرم کے کچھ اقدامات اٹھانے پڑیں گے اور اس کے بعد پھر لانگ ٹرم کے لیے اپنے آپ کو تیار کریں۔ اس کے لیے پوری قوم کو بھی کردار ادا کرنا ہے۔ اس میں سب سے اہم رول ایک عام آدمی کا ہے کہ وہ ملکی معیشت، خاص طور پر بزنس، ٹریڈ اور کامرس کے حوالے سے مستقبل میں کیا رویہ اختیار کرتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت ایک پارشل ایمرجنسی ضروری ہے جو لگنی چاہیے جس کا لازمی حصہ اپنے اخراجات کو کنٹرول کرنا ہو۔ دوسرا ہمارے گورنر ہاؤسز جیسے اثاثہ جات پر فضول خرچیاں ختم کر کے ان کو ریونیو جنریٹ کرنے والے اثاثہ جات بنانا پڑے گا۔ اسی طرح اپنے عالمی پارٹنرز کے ساتھ بیٹھ کر اپنے مسئلے کو ڈسکس کرنا چاہیے کیونکہ اگر پاکستان ڈیفالٹ کی طرف جاتا ہے تو اس سے ان پارٹنرز کو بھی نقصان ہوگا۔ لیکن اس میں ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ان کی امداد بھی اب کافی حد تک IMF کے نویں ریویو کی اپروول کے ساتھ منسلک ہو چکی ہیں۔ لہٰذا اس معاملے کو اب بہت حکمت کے ساتھ ڈیل کرنا پڑے گا۔

سوال: پاکستانی معیشت کو اس نہج تک پہنچانے کا ذمہ دار کون ہے؟

مصطفیٰ کمال پاشا: پہلی بات یہ ہے کہ ہم نے گزشتہ 75 سال سے اپنے معاشی معاملات چلانے کے لیے جو ماڈل اختیار کیا ہے ہمیں یہاں تک پہنچانے کا اولین ذمہ دار وہ ماڈل ہے۔ یعنی سرمایہ دارانہ نظام معیشت جس کی بنیاد سود ہے۔ تقریباً ڈیڑھ دو صدی سے پوری دنیا نے اس سرمایہ دارانہ نظام پر عمل پیرا ہو کر دیکھ لیا ہے کہ یہ نجات دہندہ نہیں ہے۔ اس نظام کو اختیار کر کے کچھ ممالک نے فائدے بھی حاصل کیے ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک کی ایک سائیڈ ترقی کی طرف بھی چلی گئی ہے۔ بدقسمتی اس نظام کے بھی منفی پہلو یعنی ''قرضہ جاتی معیشت'' کو ہم نے اختیار کیا اور اس کے مثبت پہلو یعنی ''عوام کی ویلفیئر'' کو ہم نے اختیار نہیں کیا۔ یعنی ہم نے طبقہ اشرافیہ کو مضبوط کرنا شروع کر دیا اور اس کے لیے قرضے حاصل کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ تاریخی اعتبار سے یہ بات طے ہے کہ کیپٹلزم میں رہتے ہوئے قرضے لے کر کوئی ملک فلاح تک نہیں پہنچ سکا۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ ہم نے قرضوں کو پائیدار بنانے کی بجائے ان کو کرپشن، اللے تللوں اور فضول خرچیوں میں ضائع کر دیا اور آج یہ صورت حال ہوگئی ہے کہ قرضوں پر سود کی ادائیگی کے لیے ہمیں قرضے لینے پڑتے ہیں۔ یہ ساری طویل المدتی وجوہات ہیں جنہوں نے ہمیں اس مقام تک پہنچایا۔ حکومت PTI کی ہو یا اب PDM کی وہی پرانی قرضہ جاتی معیشت، سودی معیشت اور عالمی مالیاتی اداروں کی ڈکٹیشن کا نسخہ استعمال کیا گیا جس کی وجہ

> **پاکستانی معیشت کی تباہی کی ابتداء وہاں سے ہوئی جب ہم نے طبقہ اشرافیہ کو مضبوط کرنے کے لیے قرضے حاصل کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔**

سے ہم یہاں تک پہنچ چکے ہیں کہ اب شدید معاشی بحران ہے۔ ایک عام آدمی کو دو وقت کا کھانا نہیں مل رہا اور دوسری طرف روپے کی قدر بہت کم ہوگئی ہے۔ پھر آمدن اور اخراجات میں فرق اور قرضوں کا حجم اس دور میں مزید بڑھا ہے۔ چنانچہ اس وقت پاکستان کی معیشت جاں بلب ہے اور اس کی سانسیں جاری رکھنے کے لیے ہمیں IMF کے نسخے کو دوبارہ استعمال کرنا پڑ رہا ہے۔ چند دنوں میں 600 ارب روپے کے نئے ٹیکس ہم پر مسلط ہو جائیں گے اور مجھے نہیں لگتا کہ ان سے بھی کوئی استحکام آئے گا۔ ہمیں اپنے اخراجات کو کنٹرول کرنا پڑے گا اور معاشی ایمرجنسی کے اقدامات کرنا پڑیں گے۔ ابھی ہم ڈیفالٹ سے دور ہیں لیکن جا اسی طرف رہے ہیں۔ اس خطرے کو ہم رول آؤٹ نہیں کر سکتے۔

سوال: تجارتی اور مالیاتی خسارے کو کم کرنے کے لیے کیا موثر طریقے ہو سکتے ہیں؟

حافظ عاطف وحید: پاکستان کے حوالے سے ایک نظریہ بھی موجود ہے کہ موجودہ حالات میں ڈیفالٹ کرنا آپ کے لیے ایک مالیاتی نظم وضبط لانے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ یعنی ڈیفالٹ کے شر میں سے بھی کچھ خیر برآمد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ بہت سے ممالک ڈیفالٹ کی صورت میں ایسی بہت سی شرائط منوانے کی پوزیشن میں آئے ہیں جس سے انہوں نے قرضوں کے بوجھ سے نجات حاصل کی ہے۔ ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ البتہ یہ صرف ایک نظریہ ہے۔ اصل میں ہم نے اس ڈیفالٹ کو بہت زیادہ سیاسی رنگ دیا ہوا ہے اور اس کا پروپیگنڈہ کر کے اس وقت انوسٹرز اور ٹریڈرز کا ہم جو مورال ڈاؤن کر رہے ہیں اس سے بہت نقصان ہو رہا ہے۔ ہمیں چاہیے تھا کہ ہم معاشی گروتھ کو مستحکم کرنے کے لیے اقدامات کرتے اور اس کے لیے مستحکم معیشت کی امید بھی ایک حصہ ہے۔ سب سے پہلا موثر طریقہ یہی ہے کہ اگر کوئی اس ملک کا وفادار اور خیر خواہ ہے تو اس کو اس طرح کا خوف وہراس پیدا کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ دوسرے مرحلے میں کچھ فوری اقدامات کی ضرورت ہے اور تیسرے مرحلے میں کچھ لانگ ٹرم اقدامات کی ضرورت ہے۔ فوری اقدامات میں یہ بھی شامل ہے کہ آپ ایسے قرضوں سے بچیں جن پر آپ کو بہت زیادہ سود دینا پڑے۔ یہ ہمارے لیے زہر ہے۔ ہم سودی قرضوں کے سخت مخالف ہیں لیکن بہرحال آئی ایم ایف کا قرض اتنا سودی نہیں ہوتا اس کے اوپر شرح سود نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ البتہ IMF کی دوسری شرائط زیادہ مسائل پیدا کرتی ہیں کیونکہ وہ ہمارے معروضی حالات سے متصادم ہوتی ہیں۔ IMF بھی عارضی حل ہے۔ اصل میں ہمیں اندرون ملک قرضوں کے سود نے مارا ہے۔ یعنی کمرشل قرضوں نے ہمیں مارا ہے۔ سوال یہ ہے کہ IMF کا ٹارگٹ پورا کرنے کے لیے ہم ٹیکس اکٹھے کر رہے ہیں لیکن اس کا زیادہ حصہ کہاں جا رہا ہے؟ وہ اصل میں اپنے ہی گیارہ بنکوں کو دے رہے ہیں۔ یعنی ہم جتنا ٹیکس ریونیو اکٹھا کر رہے ہیں اس کا 90 فیصد حصہ کمرشل قرضوں کے سود میں جا رہا ہے۔ آخر اس معاملے میں کوئی وقت تو آنا چاہیے کہ ہم اس پر سوچیں کہ ہم ساری قوم کا خون چوس کر سودی نظام کے بیوپاریوں کو ہی موٹا کر رہے ہیں؟ چنانچہ یہاں فیصلہ لینے کے لیے حکومت کو ایک Will چاہیے اور ایک سیاسی استحکام بھی چاہیے۔ ہم ایک عرصے سے کہہ رہے ہیں کہ سودی معیشت کا یہ انجام ہونا ہے۔ اس لیے کہ یہ اللہ کی طرف سے فیصلہ ہے۔ یہ تو رسول اللہ ﷺ جو الصادق والمصدوق ہیں ان کی دی ہوئی حتمی خبر ہے۔ آپ ﷺ کی حدیث کا مفہوم ہے کہ جس قوم میں بھی ربا کا لین دین عام ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے فقر و فاقے کے عذاب میں پکڑ لیتا ہے اور آج

ہم فقر وفاقے کا رونا رو رہے ہیں۔ اس لیے سب سے پہلا کام یہ کرنے کا ہے کہ جو سودی قرض یا سقوق بانڈز ہیں انہیں کسی Debt for equity swap کے ذریعے سے ایڈجسٹ کرنا ہے۔ اس لیے کہ یہ سارا پبلک Debt ہے اسے کسی نہ کسی لیول پر جا کر ایڈریس تو کرنا ہے۔ فیڈرل شریعت کورٹ کا فیصلہ آپ کی بیک پر ہے، آپ اس کو استعمال کریں اور اس کے مطابق آئندہ سودی قرض لینے کا معاملہ ختم کریں اور پچھلے قرض کو ایڈجسٹ کریں۔ یہ پہلا قدم ہے جو اُٹھایا جا سکتا ہے۔ دوسرا قدم اخراجات میں نمایاں کمی کرنا ہے۔ اگر پرفارمنس آڈٹ ہو جائے تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ اخراجات میں کیا کچھ آ رہا ہے۔ اس وقت ہماری وزارتوں اور سرکاری محکموں کی تنخواہوں اور ان پر ہونے والے اخراجات کا حساب لگایا جائے تو آپ کو نظر آجائے گا کہ یہ خرچہ value for money نہیں ہے۔ اب یہاں پر ضرب کلیمی چاہیے کہ جس میں پرفارمنس نہیں ہے اس کو آپ نیچے لے آئیں۔ لہٰذا اس میں پچھلا آڈٹ بہت ضروری ہے۔ آڈٹ کرنے سے آپ کے اخراجات ازخود قابو میں ہو جائیں گے۔ اخراجات کم ہوں گے تو آپ کی آمدن اور اخراجات کا گیپ خود بخود کم ہو جائے گا۔ بنیادی چیز یہ ہے کہ ہم اپنے مرض کو پہچانیں، اس کو پہچانے بغیر ہم لانگ ٹرم Sustenance نہیں حاصل کر سکتے اور اس گرداب سے نہیں نکلیں گے۔ اس کے لیے جو ہمت چاہیے وہ اس طرح آئے گی کہ ساری قوم اس معاملے کو سنجیدگی کے ساتھ لے اور اتھارٹیز کو ان اقدامات کے لیے مجبور کرے۔

سوال: کیا آپ کو یہ ایک المیہ محسوس نہیں ہوتا کہ پاکستان معاشی طور پر عدم استحکام کا شکار ہے لیکن اس کے تمام سٹیک ہولڈرز اس کا حل نکالنے کے بجائے ایک دوسرے کو موردِ الزام ٹھہرا رہے ہیں۔ پاکستان کو اس معاشی تنزلی سے نکالنے کے لیے کیا سیاست دان اہم رول ادا کر سکتا ہے یا کوئی ٹیکنوکریٹ یا معیشت دان یا پھر کوئی ڈکٹیٹر؟

مصطفیٰ کمال پاشا: تاریخی طور پر دیکھا جائے تو معیشت عام طور پر ڈکٹیٹروں کے دور میں بہتر پرفارم کرتی نظر آئی ہے۔ لیکن اگر ہم گہرائی میں جا کر جائزہ لیں تو ہم جس مقام پر آج کھڑے ہیں اس کی وجوہات بھی اسی ڈکٹیٹرشپ کے اندر ہمیں نظر آتی ہیں۔ پاکستان میں سیاسی اضطراب کا بڑھنا، پاکستان کا ٹوٹنا، پاکستان میں علیحدگی کی تحریکوں کا چلنا، پاکستان میں سیاسی نظام کا ناکام ہونا یہ سب فوجی مداخلت کی وجہ سے ہوا تھا۔ لیکن اس میں خوشگوار تبدیلی یہ آئی ہے کہ اب فوج نے اپنی غلطی تسلیم کی ہے اور کہا ہے کہ اب بطور ادارہ سیاست میں کوئی کردار ادا نہیں کرے گی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے معاشی مسائل کا حل ایک مستحکم سیاسی نظام کے اندر ہے۔ کوئی ٹیکنوکریٹ یا ڈکٹیٹر نہیں صرف سیاسی قیادت جس کو عوامی تائید حاصل ہو، جو عوام کے اندر ایک مقام رکھتی ہو وہ آئے اور ان معاملات کو درست کرے۔ جب ایک پلیٹ فارم پر آجائیں گے تو سارے مل کر ان معاملات پر سوچ و بچار کریں گے۔ وہ سوچ بچار کر کے اسی نتیجے پر پہنچیں گے کہ ہمیں اخراجات کو کم کرنا ہوگا، سودی معیشت کو ختم کرنا ہوگا، کمرشل قرضے نہیں لینے ہوں گے، آڈٹ کارکردگی دکھانی ہوگی۔ جو بدعنوانی، کرپشن اور سودی معیشت کا بوجھ ہے وہ ساری چیزیں ختم کریں گے تو پھر ہم اس گرداب سے نکل پائیں گے۔ اس کے لیے ہمیں مضبوط اور موثر سیاسی قیادت کی ضرورت ہے۔

سوال: اسلامی معیشت کے نفاذ کے لیے ہمیں کیا کیا اقدامات کرنے چاہئیں تاکہ اللہ اور رسول ﷺ سے جنگ ختم کر سکیں؟

حافظ عاطف وحید: وفاقی شرعی عدالت کا 28 اپریل 2022ء کا فیصلہ تھا کہ تقریباً ایک ماہ کے اندر وہ تمام قوانین جو سودی نظام کو چلا رہے ہیں وہ کالعدم ہو جائیں گے۔ اس کے بعد چھ ماہ دیے کہ جو پچھلے سودی قوانین ہیں ان کو تبدیل کریں۔ اس کے بعد پانچ سال کا بڑا وقت دیا کہ پورے معاشی نظام کو غیر سودی بنایا جائے۔ ابھی موجودہ حکومت نے کچھ عرصے پہلے اعلان کیا کہ ہم اس فیصلے کو قبول کرتے ہیں اور ہم اپنی اکانومی کو اس کے مطابق تبدیل کر دیں گے۔ اعلان کے کچھ دن بعد ہی سٹیٹ بینک نے پھر شرح سود بڑھانے کا اعلان کر دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں کچھ کھلونے دے کر بھی بہلایا جاتا ہے۔ ہمیں امیدوں اور آرزوؤں کے اندر مبتلا رکھا جاتا ہے۔ لیکن اندرونی حالات کچھ مختلف ہیں۔ کیا وفاقی شرعی عدالت کے اس فیصلے کا اطلاق سٹیٹ بینک پر بھی ہوتا ہے یا نہیں۔ سٹیٹ بینک کی autonomy کا قانون آج بھی موجود ہے جس کے مطابق سٹیٹ بینک خود مختار ہے، وہ چاہے تو شرح سود بڑھائے، چاہے کم کرے۔ چاہے سخت نگرانی کی پالیسی بنائے، چاہے آسان بنائے۔ آپ اس معاملے میں نہ کسی کورٹ میں جا سکتے ہیں نہ نیب اس کو دیکھ سکتا ہے، نہ کوئی دوسرا ادارہ اسے کوریو کر سکتا ہے۔ جب یہ حالت ہے تو وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کا سٹیٹ بینک پر کتنا اثر ہوگا اور کیسے ہوگا؟ یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کوئی اضافی قانون سازی نہ ہو اور ایک ''حرمت سود ایکٹ'' اس کے متعلق پاس نہ ہو۔ وہ ہوگا تو چاہے وہ آئین کی شق A-2 کا کوئی حصہ بنا دیا جائے یا کسی ترمیمی بل کے ذریعے شق 227 کا کوئی حصہ بنا دیا جائے۔ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے اطلاق کے لیے آئینی اصلاحات کی شدید ضرورت ہے۔ ایک حرمت سود ایکٹ کی ضرورت ہے جس کو آئین کے پالیسی کلازز میں نہ ڈالا جائے بلکہ اس کو Justiciable کلازز کے ساتھ جوڑا جائے۔ تب اس ایکٹ کو ایک قابلِ نافذ حیثیت حاصل ہو گی۔ اس کے بغیر دعوے اور وعدے کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔ کمیٹیز اور ٹاسک فورس بے شمار بن چکی ہیں اور ان کی لاتعداد فہرستیں اور رپورٹیں بھی موجود ہیں۔ اسلامائزیشن آف اکانومی کے ضمن میں ڈیڑھ درجن سے زیادہ رپورٹس ہیں، ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ ظاہر ہے یہ اللہ سے جنگ ہے اور اللہ سے جنگ ہم جیت نہیں سکتے۔ ہمیں سب سے پہلے یہ فیصلہ قومی سطح پر کرنا ہوگا کہ اب ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ ختم کرنا ہوگی۔ ہمیں سچی توبہ کے طور پر سود سے پاک معیشت کے لیے اقدامات اٹھانے ہوں گے۔ تب جا کر ہم اس رخ پر چڑھیں گے جس میں ہماری فلاح موجود ہوگی۔

❁❁❁

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

دعائے صحت کی اپیل

- ☆ تنظیم اسلامی کے ملتزم رفیق اور مکتبہ خدام القرآن لاہور کے منیجر شاہد ندیم کی اہلیہ علیل ہے۔
- ☆ حلقہ اسلام آباد کی مقامی تنظیم بہارہ کہو کے رفیق فہد شفیق مرزا کی اہلیہ بیمار ہیں۔
- ☆ حلقہ اسلام آباد کی مقامی تنظیم غوری ٹاؤن کے ناظم بیت المال خورشید عالم کے والد علیل ہیں۔
- ☆ نقیب اُسرہ تنظیم اسلامی حافظ آباد عتیق الرحمن کی ہمشیرہ نہایت علیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

ماہِ رجب اور واقعۂ معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

اسلامی سال کا ساتواں مہینہ رجب المرجب ہے۔ اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے، جو اللہ کی کتاب (یعنی لوح محفوظ) کے مطابق اُس دن سے نافذ ہیں جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ ان (بارہ مہینوں) میں سے چار حرمت والے ہیں۔ (سورۃ التوبہ 26) ان چار مہینوں کی تحدید قرآن کریم میں نہیں ہے بلکہ نبی اکرم ﷺ نے ان کو بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہیں: ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم الحرام اور رجب المرجب۔ ان چار مہینوں کو اشہر حرم (حرمت والے مہینے) اس لئے کہتے ہیں کہ ان میں ہر ایسا کام جو فتنہ وفساد، قتل وغارت گری اور امن وسکون کی خرابی کا باعث ہو، سے منع فرمایا گیا ہے، اگرچہ لڑائی جھگڑا سال کے دیگر مہینوں میں بھی حرام ہے، مگر اِن چار مہینوں میں لڑائی جھگڑا کرنے سے خاص طور پر منع کیا گیا ہے۔ ان چار مہینوں کی حرمت وعظمت پہلی شریعتوں میں بھی مسلّم رہی ہے حتی کہ زمانہ جاہلیت میں بھی ان چار مہینوں کا احترام کیا جاتا تھا۔

رجب کا مہینہ شروع ہونے پر حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگا کرتے تھے: ﴿اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي رَجَبٍ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ﴾ اے اللہ! رجب اور شعبان کے مہینوں میں ہمیں برکت عطا فرما اور ماہ رمضان تک ہمیں پہنچا۔ (مسند احمد، بزار، طبرانی، بیہقی) لہٰذا ماہ رجب کے شروع ہونے پر ہم یہ دعا یا اس مفہوم پر مشتمل دعا مانگ سکتے ہیں۔ اس دعا سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے نزدیک رمضان کی کتنی اہمیت تھی کہ ماہِ رمضان کی عبادت کو حاصل کرنے کے لئے آپ ﷺ رمضان سے دو ماہ قبل دعاؤں کا سلسلہ شروع فرمادیتے تھے۔

ماہ رجب میں کسی خاص نماز پڑھنے کا یا کسی معین دن کے روزے رکھنے کی خاص فضیلت کا کوئی ثبوت احادیث صحیحہ سے نہیں ملتا ہے۔ نماز وروزہ کے اعتبار سے یہ مہینہ دیگر مہینوں کی طرح ہی ہے۔ البتہ رمضان کے پورے ماہ کے روزے رکھنا ہر بالغ مسلمان مرد وعورت پر فرض ہیں اور ماہ شعبان میں کثرت سے روزے رکھنے کی ترغیب احادیث میں موجود ہے۔ ماہ رجب میں نبی اکرم ﷺ نے کوئی عمرہ ادا کیا یا نہیں؟ اس بارے میں علماء ومؤرخین کی رائے مختلف ہیں۔ البتہ دیگر مہینوں کی طرح ماہ رجب میں بھی عمرہ ادا کیا جاسکتا ہے۔ اسلاف سے بھی اس ماہ میں عمرہ ادا کرنے کے ثبوت ملتے ہیں۔ البتہ رمضان کے علاوہ کسی اور ماہ میں عمرہ ادا کرنے کی کوئی خاص فضیلت احادیث میں موجود نہیں ہے۔

واقعۂ معراج النبی ﷺ:

اس واقعہ کی تاریخ اور سال کے متعلق مؤرخین اور اہل سیر کی رائے مختلف ہیں، ان میں سے ایک رائے یہ ہے کہ نبوت کے بارہویں سال ۲۷ رجب کو ۵۱ سال ۵ مہینہ کی عمر میں نبی اکرم ﷺ کو معراج ہوئی۔ اسراء کے معنی رات کو لے جانے کے ہیں۔ مسجد حرام (مکہ مکرمہ) سے مسجد اقصیٰ کا سفر جس کا تذکرہ سورۃ بنی اسرائیل میں کیا گیا ہے، اس کو اسراء کہتے ہیں۔ اور یہاں سے جو سفر آسمانوں کی طرف ہوا اس کا نام معراج ہے، معراج عروج سے نکلا ہے جس کے معنی چڑھنے کے ہیں۔ حدیث میں "عرج بی" یعنی مجھ کو اوپر چڑھایا گیا کا لفظ استعمال ہوا ہے، اس لئے اس سفر کا نام معراج ہوگیا۔ اس مقدس واقعہ کو اسراء اور معراج دونوں ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس واقعہ کا ذکر سورۂ نجم کی آیات میں بھی ہے: پھر وہ قریب آیا اور جھک پڑا، یہاں تک کہ وہ دو کمانوں کے فاصلے کے برابر قریب آ گیا، بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیک، اس طرح اللہ کو اپنے بندے پر جو وحی نازل فرمانی تھی، وہ نازل فرمائی۔ سورۃ النجم کی آیات ۱۳-۱۸ میں وضاحت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے (اس موقع پر) بڑی بڑی نشانیاں ملاحظہ فرمائیں: اور حقیقت یہ ہے انہوں نے اس (فرشتے) کو ایک اور مرتبہ دیکھا ہے۔ اس بیر کے درخت کے پاس جس کا نام سدرۃ المنتہیٰ ہے، اسی کے پاس جنت الماویٰ ہے، اس وقت اس بیر کے درخت پر وہ چیزیں چھائی ہوئی تھیں جو بھی اس پر چھائی ہوئی تھیں۔ (نبی کی) آنکھ نہ تو کج ہوئی اور نہ حد سے آگے بڑھی، سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے پرودرگار کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بہت کچھ دیکھا ہے۔ احادیث متواترہ سے ثابت ہے، یعنی صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کی ایک بڑی تعداد سے معراج کے واقعہ سے متعلق احادیث مروی ہیں۔

انسانی تاریخ کا سب سے لمبا سفر:

قرآن کریم اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ اسراء ومعراج کا تمام سفر صرف روحانی نہیں بلکہ جسمانی تھا، یعنی نبی اکرم ﷺ کا یہ سفر کوئی خواب نہیں تھا بلکہ ایک جسمانی سفر اور عینی مشاہدہ تھا۔ یہ ایک معجزہ تھا کہ مختلف مراحل سے گزر کر اتنا بڑا سفر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے رات کے صرف ایک حصہ میں مکمل کردیا۔ اللہ تعالیٰ جو اس پوری کائنات کا پیدا کرنے والا ہے، اس کے لئے کوئی بھی کام مشکل نہیں ہے کیونکہ وہ تو قادر مطلق ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس کے تو ارادہ کرنے پر چیز کا وجود ہوجاتا ہے۔ معراج کا واقعہ پوری انسانی تاریخ کا ایک ایسا عظیم، مبارک اور بے نظیر معجزہ ہے جس کی مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ خالق کائنات نے اپنے محبوب ﷺ کو دعوت دے کر اپنا مہمان بنانے کا وہ شرف عظیم عطا فرمایا جو نہ کسی انسان کو کبھی حاصل ہوا ہے اور نہ کسی مقرب ترین فرشتے کو۔

واقعۂ معراج کا مقصد:

واقعہ معراج کے مقاصد میں جو سب سے مختصر اور عظیم بات قرآن کریم (سورہ بنی اسرائیل) میں ذکر کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ہم (اللہ تعالیٰ) نے آپ ﷺ کو اپنی کچھ نشانیاں دکھلائیں۔ اس کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد اپنے حبیب محمد ﷺ کو وہ عظیم الشان مقام ومرتبہ دینا ہے جو کسی بھی بشر حتیٰ کہ کسی مقرب ترین فرشتہ کو نہیں ملا ہے اور نہ ملے گا۔ نیز اس کے مقاصد میں امت مسلمہ کو یہ پیغام دینا ہے کہ نماز ایسا مہتم بالشان عمل اور عظیم عبادت ہے کہ اس کی فرضیت کا اعلان زمین پر نہیں بلکہ ساتوں

آسمانوں کے اوپر بلند و اعلیٰ مقام پر معراج کی رات میں ہوا۔ نیز اس کا حکم حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ نبی اکرم ﷺ تک نہیں پہنچا بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرضیتِ نماز کا تحفہ بذاتِ خود اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمایا۔ نماز اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے اور اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کو مانگنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

واقعۂ معراج کی مختصر تفصیل:

اس واقعہ کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس سونے کا طشت لایا گیا جو حکمت اور ایمان سے پُر تھا، آپ ﷺ کا سینہ چاک کیا گیا، پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا گیا، پھر اسے حکمت اور ایمان سے بھر دیا گیا اور پھر بجلی کی رفتار سے زیادہ تیز چلنے والی ایک سواری یعنی براق کو لایا گیا جو لمبا سفید رنگ کا چوپایا تھا، اس کا قد گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا جہاں تک اس کی نظر پڑتی تھی۔ اس پر سوار کر کے حضور اکرم ﷺ کو بیت المقدس لے جایا گیا اور وہاں تمام انبیاء کرام نے حضور اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ پھر آسمانوں کی طرف لے جایا گیا۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام، دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام، تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام، چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد البیت المعمور حضور اکرم ﷺ کے سامنے کر دیا گیا جہاں روزانہ ستر ہزار فرشتے اللہ کی عبادت کے لئے داخل ہوتے ہیں جو دوبارہ اس میں لوٹ کر نہیں آتے۔ پھر آپ ﷺ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ اس کے پتے اتنے بڑے ہیں جیسے ہاتھی کے کان ہوں اور اس کے پھل اتنے بڑے بڑے ہیں جیسے مٹکے ہوں۔ جب سدرۃ المنتہیٰ کو اللہ کے حکم سے ڈھانکنے والی چیزوں نے ڈھانک لیا تو اس کا حال بدل گیا، اللہ کی کسی بھی مخلوق میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کے حسن کو بیان کر سکے۔ سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ میں چار نہریں نظر آئیں، دو باطنی نہریں اور دو ظاہری نہریں۔ حضور اکرم ﷺ کے دریافت کرنے پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ باطنی دو نہریں جنت کی نہریں ہیں اور ظاہری دو نہریں فرات اور نیل ہیں (فرات عراق اور نیل مصر میں ہے)۔

نماز کی فرضیت:

اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی وحی فرمائی جن کی وحی اس وقت فرمانا تھا اور پچاس نمازیں فرض کیں۔ واپسی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر حضور اکرم ﷺ چند مرتبہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوئے اور نماز کی تخفیف کی درخواست کی۔ ہر مرتبہ پانچ نمازیں معاف کر دی گئیں یہاں تک کہ صرف پانچ نمازیں رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر بھی مزید تخفیف کی بات کہی، لیکن اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے کہا کہ مجھے اس سے زیادہ تخفیف کا سوال کرنے میں شرم محسوس ہوتی ہے اور میں اللہ کے اس حکم کو تسلیم کرتا ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ندا دی گئی: میرے پاس بات بدلی نہیں جاتی ہے۔ یعنی میں نے اپنے فریضہ کا حکم باقی رکھا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی اور میں ایک نیکی کا بدلہ دس بنا کر دیتا ہوں۔ غرضیکہ ادا کرنے میں پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس ہی ہیں۔

نماز کی فرضیت کے علاوہ دیگر دو انعام:

1۔ سورۃ البقرہ کی آخری آیت (آمَنَ الرَّسُولُ سے لے کر آخر تک) عنایت فرمائی گئی۔ 2۔ اس قانون کا اعلان کیا گیا کہ حضور اکرم ﷺ کے امتیوں کے شرک کے علاوہ تمام گناہوں کی معافی ممکن ہے یعنی کبیرہ گناہوں کی وجہ سے ہمیشہ عذاب میں نہیں رہیں گے بلکہ توبہ سے معاف ہو جائیں گے یا عذاب بھگت کر چھٹکارا مل جائے گا، البتہ کافر اور مشرک ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

معراج میں دیدار الٰہی:

زمانہ قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ شب معراج میں دیدار خداوندی سے مشرف ہوئے یا نہیں اور اگر رؤیت ہوئی تو وہ رؤیت بصری تھی یا رؤیت قلبی تھی، البتہ ہمارے لئے اتنا مان لینا ان شاء اللہ کافی ہے کہ یہ واقعہ برحق ہے، یہ واقعہ رات کے صرف ایک حصہ میں ہوا، نیز بیداری کی حالت میں ہوا ہے اور حضور اکرم ﷺ کا یہ ایک بڑا معجزہ ہے۔

قریش کی تکذیب اور ان پر حجت قائم ہونا:

رات کے صرف ایک حصہ میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس جانا، انبیاء کرام کا آپؐ کی امامت میں نماز پڑھنا، پھر وہاں سے آسمانوں تک تشریف لے جانا، انبیاء کرام سے ملاقات اور پھر اللہ جل شانہ کے دربار میں حاضری، جنت و دوزخ کو دیکھنا، مکہ مکرمہ تک واپس آنا اور واپسی پر قریش کے ایک تجارتی قافلہ سے ملاقات ہونا جو ملک شام سے واپس آرہا تھا۔ جب حضور اکرم ﷺ نے صبح کو معراج کا واقعہ بیان کیا تو قریش تعجب کرنے لگے اور جھٹلانے لگے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر انہوں نے یہ بات کہی ہے تو سچ فرمایا ہے۔ اس پر قریش کے لوگ کہنے لگے کہ کیا تم اس بات کی بھی تصدیق کرتے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ میں تو اس سے بھی زیادہ عجیب باتوں کی تصدیق کرتا ہوں اور وہ یہ کہ آسمانوں سے آپ کے پاس خبر آتی ہے۔ اسی وجہ سے ان کا لقب صدیق پڑ گیا۔ اس کے بعد جب قریش مکہ کی جانب سے حضور اکرم ﷺ سے بیت المقدس کے احوال دریافت کئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو حضور اکرم ﷺ کے لئے روشن فرما دیا، اُس وقت آپ ﷺ حطیم میں تشریف فرما تھے۔ قریش مکہ سوال کرتے جا رہے تھے اور آپ ﷺ جواب دیتے جا رہے تھے۔

سفرِ معراج کے بعض مشاہدات:

اس اہم و عظیم سفر میں آپ ﷺ کو جنت و دوزخ کے مشاہدہ کے ساتھ مختلف گناہگاروں کے احوال بھی دکھائے گئے جن میں سے بعض گناہگاروں کے احوال اس جذبہ سے تحریر کر رہا ہوں کہ ان گناہوں سے ہم خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچنے کی ترغیب دیں۔

کچھ لوگ اپنے سینوں کو ناخنوں سے چھیل رہے تھے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں ایسے لوگوں پر گزرا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے تھے۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے ہیں (یعنی ان کی غیبت کرتے ہیں) اور ان کی بے آبروئی کرنے میں پڑے رہتے ہیں۔ (ابوداؤد)

سودخوروں کی بدحالی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے سیر کرائی گئی میں ایسے لوگوں پر بھی گزرا جن کے پیٹ اتنے بڑے بڑے تھے جیسے (انسانوں کے رہنے کے) گھر ہوتے ہیں ان میں سانپ تھے جو باہر سے ان کے پیٹوں میں نظر آرہے تھے۔ میں نے کہا کہ اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ سود کھانے والے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

کچھ لوگوں کے سر پتھروں سے کچلے جا رہے تھے:

آپ ﷺ کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے بھی ہوا جن کے سر پتھروں سے کچلے جارہے تھے، کچل جانے کے بعد پھر ویسے ہی ہوجاتے تھے جیسے پہلے تھے۔ اسی طرح یہ سلسلہ جاری تھا، ختم نہیں ہو رہا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ لوگ نماز میں کاہلی کرنے والے ہیں۔ (انوار السراج فی ذکر الاسراء والمعراج۔ شیخ مفتی عاشق الٰہیؒ)

زکوٰۃ نہ دینے والوں کی بدحالی:

آپ ﷺ کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے بھی ہوا جن کی شرمگاہوں پر آگے اور پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے ہیں اور اونٹ و بیل کی طرح چرتے ہیں اور کانٹے دار و خبیث درخت اور جہنم کے پتھر کھا رہے ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ہیں۔ (انوار السراج فی ذکر الاسراء والمعراج۔ شیخ مفتی عاشق الٰہیؒ)

سڑا ہوا گوشت کھانے والے لوگ:

آپ ﷺ کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے بھی ہوا جن کے سامنے ایک ہانڈی میں پکا ہوا گوشت ہے اور ایک ہانڈی میں کچا اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہے، یہ لوگ سڑا ہوا گوشت کھا رہے ہیں اور پکا ہوا گوشت نہیں کھا رہے ہیں، آپ ﷺ نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس حلال اور طیب عورت موجود ہے مگر وہ زانیہ اور فاحشہ عورت کے ساتھ شب باشی کرتے ہیں اور صبح تک اسی کے ساتھ رہتے ہیں اور وہ عورتیں ہیں جو حلال اور طیب شوہر کو چھوڑ کر کسی زانی اور بدکار شخص کے ساتھ رات گزارتی ہیں۔ (انوار السراج فی ذکر الاسراء والمعراج۔ شیخ مفتی عاشق الٰہیؒ)

سدرۃ المنتہیٰ کیا ہے؟

احادیث میں سدرۃ المنتہیٰ اور السدرۃ المنتہیٰ دونوں طرح استعمال ہوا ہے۔ قرآن کریم میں سدرۃ المنتہیٰ استعمال ہوا ہے۔ سدرۃ کے معنی بیر کے ہیں اور منتہیٰ کے معنی انتہا ہونے کی جگہ کے ہیں۔ اس درخت کا یہ نام رکھنے کی وجہ صحیح مسلم میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اوپر سے جو احکام نازل ہوتے ہیں وہ اسی پر منتہیٰ ہوجاتے ہیں اور جو بندوں کے اعمال نیچے سے اوپر جاتے ہیں وہ وہاں پر ٹھہر جاتے ہیں، یعنی آنے والے احکام پہلے وہاں آتے ہیں پھر وہاں سے نازل ہوتے ہیں اور نیچے سے جانے والے جو اعمال ہیں وہ وہاں ٹھہر جاتے ہیں پھر اوپر اٹھائے جاتے ہیں۔

{وضاحت} واقعۂ معراج النبی ﷺ سے متعلق کوئی خاص عبادت ہر سال ہمارے لئے مسنون یا ضروری نہیں ہے۔ تاریخ کے اس بے مثال واقعہ کو بیان کرنے کا اہم مقصد یہ ہے کہ ہم اس عظیم الشان واقعہ کی کسی حد تک تفصیلات سے واقف ہوں اور ہم اُن گناہوں سے بچیں جن کا ارتکاب کرنے والوں کا برا انجام نبی اکرم ﷺ نے اس سفر میں اپنی آنکھوں سے دیکھا اور پھر امت کو بیان فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے اور دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی عطا فرمائے۔ آمین۔ ❀❀❀

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(29 دسمبر تا 02 جنوری 2023ء)

جمعرات (29 دسمبر) کو مرکزی عاملہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔

جمعہ (30 دسمبر) کو قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ بعدازاں سکھر کے لیے روانگی ہوئی۔ رات وہاں پر قیام کیا۔

ہفتہ (31 دسمبر) کو بعد نماز فجر دار العلوم سکھر میں بیان بھی ہوا جس میں 150 کے قریب طلباء شریک ہوئے۔ مہتمم مفتی نذیر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ حافظ خالد شفیع صاحب کی دعوت پر IBA سکھر کے چند فیکلٹی ممبرز بھی شریک ملاقات رہے۔ 11 سے 01 بجے تک رفقاء حلقہ سے ملاقات کی۔ سوال وجواب اور کچھ تذکیر کے بعد بالمشافہ بیعت مسنونہ ہوئی۔ بعد نماز ظہر ذمہ داران سے ملاقات کی۔ بعد نماز عصر صادق آباد کے لیے روانگی ہوئی۔ وہاں پر بعد نماز عشاء مدرستہ البنات اسکول کے آڈیٹوریم میں ’’نبی کریم ﷺ کا مقصد بعثت اور ہماری ذمہ داری‘‘ کے موضوع پر عوامی خطاب ہوا۔ رات وہیں قیام کیا۔

اتوار (یکم جنوری 2023ء) کو صبح ایک مسجد میں درس قرآن ہوا۔ صادق آباد میں ایک حبیب زبیر صاحب نے ایک مسجد تعمیر کی ہے۔ وہاں پر صادق آباد اور رحیم یار خان کے رفقاء کا اجتماع ہوا۔ رفقاء سے تعارف، سوال وجواب اور بعد میں بیعت ہوئی۔ رفقاء کی تعداد 60 سے متجاوز تھی۔ اس کے بعد کراچی واپسی ہوئی۔

پیر (02 جنوری) کو معمول کی مصروفیات رہیں۔ کچھ ریکارڈنگ کا معاملہ ہوا۔ نماز عشاء سے آدھ گھنٹہ بعد ایک مسجد میں گلگت سے آئے تبلیغی جماعت کے حضرات سے ملاقات ہوئی۔ ان کو مولانا انعام الحسن رحمۃ اللہ علیہ کا مضمون ’’مسلمانوں کی پستی کا واحد علاج‘‘ پڑھنے نیز اتحاد امت، رجوع الی القرآن اور اقامت دین کے تعلق سے تذکیری انداز میں توجہ دلائی۔

قائم مقام نائب امیر سے تنظیمی امور کے بارے میں آن لائن رابطہ رہا۔

خاندانی نظام اور مغرب کی تنہا مائیں

ندیم الرشید

اور وہی تو ہے جس نے پانی سے آدمی پیدا کیا، پھر اُس کو خاندان والا اور سسرال والا بنایا اور تمہارا رب (ہر طرح) کی قدرت رکھتا ہے۔ (سورۃ الفرقان: آیت 54)

محترم قارئین! زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے کی کیا قدرت اور شان ہے کہ ایک ناچیز اور حقیر قطرے کو پہلے تو اشرف المخلوقات بنایا، پھر اُسے اکیلا نہیں چھوڑا بلکہ اُس کے لیے خاندان، گھرانہ اور کنبہ بھی بنایا، وہ کنبہ جس میں ایک طرف تو اس کے اپنے خون کے جان نثار، رشتے دار ہیں، جبکہ دوسری طرف "رفیق حیات" کی نسبت سے بننے والے مونس و غمخوار سسرالی رشتے دار بھی ہیں۔ آیت مبارکہ میں چونکہ باری تعالیٰ نے انسان کو بنانے کے بعد اُس کے خاندان اور سسرال کو بنانے کا ذکر فرمایا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی انسان کو دنیا میں تنہا زندگی گزارنے کے لیے پیدا نہیں کیا بلکہ اُسے ایک خاندانی نظام کے ساتھ وابستہ فرمایا ہے۔ اسلامی معاشرے میں خاندان ایک بنیادی ادارے کی حیثیت رکھتا ہے، اسلامی تہذیب کے بنیادی ادارے پانچ ہیں: (1) مسجد (2) مدرسہ (3) بازار (4) بیت المال (5) خاندان۔ جہاں بھی اسلامی تہذیب زندہ ہوگی وہاں یہ پانچ ادارے ضرور ہوں گے، خاندان کا ادارہ ان تمام اداروں کے لیے "اساس" کی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ اگر خاندان مسلمان نہیں ہوگا تو مسجد و مدرسہ کیسے بنے گا؟ خاندان سے معاشرت بنتی ہے، لہٰذا خاندان مسلمان ہوگا تو اسلامی معاشرہ وجود میں آئے گا، اگر اسلامی معاشرہ نہیں ہوگا تو اسلامی ریاست کی کیا ضرورت ہے؟ اگر اسلامی ریاست کی ضرورت نہیں تو بیت المال کہاں سے آئے گا؟ الغرض، خاندانی نظام ہے تو اسلامی تہذیب اپنی عملی شکل میں زندگی کے ہر ہر شعبے میں موجود ہے، اسی طرح اگر تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو خاندانی نظام کے حوالے سے آثارِ قدیمہ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ہر تہذیب کی کھدائی سے تین چیزیں برآمد ہوتی ہیں: (1) عبادت گاہ: ہر عبادت گاہ سے کچھ مقدس اوراق، صحیفے اور مناجات وغیرہ ملتی ہیں۔ (2) شادی کا ادارہ: یہ کہ عورت اور مرد نکاح کرتے ہیں (3) تجہیز و تکفین کا طریقہ: اسی طرح پتھروں پر بنے نقوش اور تصاویر سے آخری رسومات کا پتہ چلتا ہے۔ الغرض عبادت گاہ کا قیام ہو، شادی کا نظام ہو یا تجہیز و تکفین کا عمل، یہ تمام امور خاندان کے بغیر نہیں چل سکتے۔ اس سے معلوم ہوا قدیم تہذیبیں بھی تاریخ کو اپنا تعارف کروانے کے لیے خاندانی نظام کا سہارا لیتی تھیں، اسلام خاندانی نظام پر بہت زور دیتا ہے، حتیٰ کہ ایک حدیث شریف میں تو تمام مخلوقات کو اللہ کا کنبہ کہا گیا ہے، خاندان کی نمائندگی کرنے والے 6 بنیادی رشتوں یعنی ماں، باپ، بہن، بھائی اور بیٹا بیٹی کے الفاظ کو قرآنِ مقدس میں 171 مرتبہ ذکر کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ جب آپ پر درود بھیجیں تو آپ کے اہل خانہ اور اصحاب پر بھی درود بھیجا جائے، سورۃ الرعد میں مالک الملک ارشاد فرماتے ہیں: اے محمد (ﷺ) ہم نے تم سے پہلے بھی پیغمبر بھیجے تھے اور اُن کو بیویاں اور اولاد دی تھی" (آیت 38) اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ سے پہلے کے انبیاء کا ذکر فرمایا ہے لیکن اُن کے ذکر کو اُن کے خاندان اور اہل خانہ کے ذکر کے ساتھ مکمل فرمایا ہے۔ اس سے اسلام میں خاندانی نظام کی اہمیت مزید واضح ہوجاتی ہے، اس کے علاوہ قرآن پاک کی متعدد آیات اور ذخیرہ احادیث میں کتنی احادیث مبارکہ ایسی ہیں جن میں والدین کے ادب واحترام، رشتے داروں سے حسن سلوک اور صلہ رحمی وغیرہ کا درس دیا گیا ہے۔ یہ تمام چیزیں دراصل خاندانی نظام کو باقی رکھنے کے لیے ہیں اور اس حوالے سے بنیادی اور اساسی اہمیت کی حامل ہیں۔ محترم قارئین! ہر انسان کے پیٹ پر ایک نشان ہوتا ہے، یہ نشان کیا ہے؟ یہ نشانِ پیدائش یعنی (Birth Mark) ہے، یہ انسان کو یاد دلاتا ہے کہ وہ پیدا ہوا ہے، پیٹ میں رہا ہے، وہاں اس نے خوراک لی ہے، تنہا انسان کچھ نہیں ہے، انسان حقیقتاً ایک اجتماعیت کا حصہ ہے، ماں باپ کی اجتماعیت جس نے اُسے وجود بخشا ہے، اس لیے اسلامی تہذیب میں کوئی بھی شخص اپنی شناخت کا خود واحد ذریعہ نہیں ہے، بلکہ وہ مختلف وسیلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ وہ کسی کا بیٹا، بھتیجا، پوتا، نواسا، بھانجا، شوہر، داماد وغیرہ ہے۔ اس لیے وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ سب کچھ میری اپنی ذات ہے بلکہ اُس کی ذات کے مختلف حوالے ہیں۔ اسی طرح کوئی عورت اکیلی نہیں وہ کسی کی ماں، کسی کی بہن، کسی کی بیٹی، کسی کی بہو یا ساس ہے۔ اُس کا کوئی رشتہ ہے جو اُسے تقدس عطا کرتا ہے، احترام دیتا ہے، اُس کی کفالت کی ذمہ داری اٹھاتا ہے۔ عزت ہمیشہ رشتے سے ہوتی ہے جس کا کوئی رشتہ نہیں اُس کی کوئی عزت نہیں۔ کیونکہ دنیا جو قائم ہے وہ پیغمبر کی سنت نکاح سے قائم ہے۔ آج دنیا میں جو اقوام پیغمبروں کی تعلیمات کو چھوڑ کر اپنی عقل کے مطابق زندگی گزار رہی ہیں، وہاں خاندانی نظام ہی ختم نہیں ہو چکا بلکہ اُن کے اپنے وجود کو بھی خطرات لاحق ہو چکے ہیں، امریکی ادارے Rational Centre on Family Homelessness میساچوسٹس کی رپورٹ کے مطابق امریکا میں 6.1 ملین بچے سڑکوں پر یا پناہ گاہوں میں رہ رہے ہیں، ان بچوں کے سربراہ مرد نہیں عورتیں ہیں، یہاں ہزاروں بچے اپنی ماؤں کے ساتھ گاڑی میں، پرانی عمارتوں میں، خراب بسوں میں، پلوں کے نیچے اور سڑکوں پر سوتے نظر آتے ہیں کیونکہ ان بچوں کا کوئی خاندانی حوالہ نہیں ہے۔ نہ یہ کسی کے بھتیجے ہیں نہ بھانجے، نہ پوتے نہ نواسے، کیونکہ ان کی ماں کسی کی بیوی نہیں تھی اُس کا ایک بوائے فرینڈ تھا جو اسے چھوڑ کر جا چکا ہے لہٰذا اب یہ تنہا ماں یعنی (Single Mom) ہے۔ پیو ریسرچ سینٹر کے مطابق امریکا میں بالغوں کا محض 15 فیصد شادی شدہ ہے یہاں 42 فیصد تنہا مائیں ہیں جو انتہائی کسمپرسی کے عالم میں سانس کا رشتہ برقرار رکھنے کے لیے امدادی غذاؤں اور دواؤں کی منتظر ہیں۔ آبادی جو بغیر شادی کے زندگی گزار رہی ہے، وہ بوڑھے ہو رہے ہیں لیکن نئی نسل پیدا نہیں ہو پا رہی، خاندان جو معاشرے کی اکائی ہے، اگر وہ ہی نہ رہے تو افراد اور تہذیبیں ٹوٹ ٹوٹ کر بکھرنے لگتی ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "ہم نے انسان کو خاندان والا اور سسرال والا بنایا، لہٰذا جب کوئی قوم خدا کی نافرمانی کرتی ہے تو عذاب کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ پہلے وہاں خاندانی نظام ختم ہو جائے پھر آہستہ آہستہ وہ نسل ہی دنیا سے معدوم ہو جائے۔

Hindutva Terrorism Goes Global

Khurshid Alam

When an ideology of hate captures state power, it leads to social, political and economic disorder in society. The weak are terrorized and often murdered in cold blood with the connivance of the very institutions that are supposed to protect them.This is what is being witnessed in India since Narendra Modi's rise to power in 2014. Hindutva, an extremist ideology of hate and hell-bent on exterminating religious minorities, especially Muslims, has captured state power. Its ideologues make no secret of their demonic plans. They want India to be an exclusivist Hindu state in which there is no room for any other religious minority.

Since Muslims constitute the largest minority in India—more than 200 million—they are a special target. Mosques are targeted and destroyed; Muslim businesses are boycotted to cripple them financially. And, they are discriminated against in education, jobs and all other sectors of society.Hindutva terrorists use state institutions as well as their own stormtroopers—the Rashtriya Swayamsevak Sangh (RSS)—to attack and murder Muslims. Today, being a Muslim in India is sufficient reason to be killed.

The Hindutva brigade's murderous rampage has now extended overseas as well. In September, they attacked Muslims in Leicester, in the East Midland region of Britain. Seen as a model of multiculturalism, Hindus and Muslims had lived in harmony for decades until Hindutva terrorists arrived.While the British media portrayed it as "communal violence," as if both sides were equally guilty, it was the Hindutva terrorists who shattered the city's harmonious atmosphere. The New York Times got it right when its headline of October 2, 2022 said: 'Tensions That Roiled English City Have Roots in India'.

Politicians in Britain are equally responsible for turning a blind eye to the rise of hate groups like Hindutva. Obviously, getting Hindu votes is more important than standing up for justice even if it is at the expense of social harmony in society.Some Hindu cabinet ministers, including the former Home Secretary Priti Patel, have also played a divisive role. She launched the policy to expel all refugees arriving from the Middle East and West Asia to Rwanda. The overwhelming majority of these refugees are Muslims escaping wars imposed by the west. No such deportations have been ordered for refugees from Ukraine because they happen to be white!

Even the Indian High Commission in London jumped into the fray accusing Muslims in Leicester of instigating violence against Hindus. Lies and deceit are standard features of Indian policy. The Indian High Commission tried to blame the victims for the Leicester mayhem.The trouble erupted in late August following Pakistan's defeat to India in a cricket match. Hooded Hindu men, many of them armed with metal bars, marched through predominantly Muslim neighborhoods shouting "Death to Pakistan." This was meant to provoke Muslims, and it did.

Soon, a group of Muslims gathered to shout back at the Hindutva terrorists. Fights broke out, several people were injured but far from apprehending those instigating the violence, the police merely tried to separate the

groups.Why this kid-glove treatment of the Hindu fascists? One can imagine what their reaction would be if Muslims had indulged in such violence.

The threat of Hindutva extremism is real. Western regimes ignore it at their own peril endangering the lives of their citizens. Putting trade and financial benefits above the lives of their citizens is a poor policy choice that will have long-term implications for their societies.

Source: *Excerpt from the article; https://crescent.icit-digital.org/articles/hindutva-terrorism-goes-global*

رفقاء متوجہ ہوں ان شاءاللہ

”جامع مسجد شہر یار برلب نہر کنارہ 65 والا پل صادق آباد
ضلع رحیم یار خان (حلقہ سکھر)“ میں
22 تا 28 جنوری 2023ء (بروز اتوار نمازِ عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

زیادہ سے زیادہ رفقاء پروگرام میں شریک ہوں۔

اور

27 تا 29 جنوری 2023ء (بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراء، نقباء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔

☆ اسلام کا انقلابی منشور (معاشی سطح پر)
☆ نجات کی راہ، سورۃ العصر کی روشنی میں

زیادہ سے زیادہ ذمہ داران پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0301-7625082، 0302-8638199، 0332-7294618

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-(042)35473375

یہ مہنگائی یہ غربت یہ ڈیفالٹ، سودی معیشت کے ہیں سب ثمرات!

آہ! وفاقی شرعی عدالت کے سود کے خلاف فیصلہ کو 265 دن گزر چکے ہیں لیکن ابھی تک حکومت اور معیشت سے متعلق ریاستی اداروں کی جانب سے اس پر کوئی قابلِ ذکر پیش رفت نہیں ہوئی جبکہ اس فیصلہ کو کئی افراد، اداروں اور بنکوں کی جانب سے سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بینچ میں چیلنج کیا جا چکا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ گویا مملکتِ خداداد پاکستان میں سودی نظام کے خاتمہ کا معاملہ ایک مرتبہ پھر کھٹائی میں پڑ گیا ہے۔

خبروں کے مطابق حکومت پاکستان نے جولائی 2022ء تا نومبر 2022ء کے پانچ ماہ کے دوران 1700 ارب روپے سودی قرضوں کی ادائیگی پر صَرف کیے۔ پاکستان کی معیشت اس وقت وینٹی لیٹر پر ہے۔ غربت، افلاس، بے روزگاری، مہنگائی عروج پر ہیں۔ زرمبادلہ کے ذخائر خطرناک ترین سطح تک گر چکے ہیں۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ ملک ڈیفالٹ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ صنعتیں بند ہیں۔ برآمدات کی گنجائش ہی نہیں رہی اور درآمدات کے لیے رقم نہیں۔ ڈالر کے مقابلے میں روپیہ مسلسل گر رہا ہے۔ بنیادی ضروریات زندگی کی تمام اشیاء عوام کی ایک عظیم اکثریت کی پہنچ سے باہر ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ IMF کی طرف سے حکومت پر (600) چھ سو ارب روپے کے مزید ٹیکس لگانے کے لیے دباؤ ہے۔ ہر طرف ہاہاکار مچی ہوئی ہے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ پاکستان کی معاشی بدحالی کی بنیادی وجہ سودی معیشت ہے۔ فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ میں دائر اپیلیں درحقیقت اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب بن رہی ہیں لہٰذا ان کو فوری طور پر واپس لیا جائے۔ علاوہ ازیں سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ سے پرزور استدعا ہے کہ آئین کے آرٹیکل (F)38 کے تحت فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے کے خلاف تمام اپیلوں کو خارج کیا جائے۔ مزید برآں مملکتِ خداداد پاکستان کی پارلیمان سود کے خلاف وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کو بنیاد بنا کر ماضی میں لیے گئے تمام قرضوں پر واجب الادا سود کو ملکی اکاؤنٹس سے مستقل طور پر منہا کرنے کی قانون سازی کرے۔ اور ریاستِ پاکستان تمام قرض خواہ ممالک اور اداروں سے سود کی ادائیگی سے کلیتاً معذرت کر لے۔ علاوہ بریں اندرونی قرضہ پر سود کی ادائیگی کو مکمل طور پر ختم کر دیا جائے۔ حکومت کی آئینی اور قانونی ذمہ داری ہے کہ وہ وفاقی شرعی عدالت کی ہدایات کے مطابق ملکی معیشت کو 2027ء تک مکمل طور پر اسلامی سانچے میں ڈھالے۔

بحیثیت مسلمان ہم پر لازم ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ سے جاری اس جنگ کو ختم کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں اور ہم دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکیں۔

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 265 دن گزر چکے!

بانی تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ
امیر تنظیم: شجاع الدین شیخ

دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی، 23 کلومیٹر، ملتان روڈ، چوہنگ لاہور
فون: 78-35473375 (042)
Email:markaz@tanzeem.org
www.tanzeem.org

Vol. 32 Regd. C.P.L NO. 114 No.03

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore